آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ — بابت جنوری سنہ ۱۹۰۳ء — نمبر (۱)

فہرست مضامین

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی
تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

اطلاع اور ہدایتیں

۱- جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کا میگزین تاریخ مقررہ سے آٹھ دن بعد شایع ہوا ہے - جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسی مہینے میں ایک پرچہ کی بجائے تین پرچے اکٹھے شائع کرنے پڑے ہیں امید ہے کہ ہمارے ناظرین معاف رکھیں گے -

۲- چندہ میگزین کا ہر حالت میں پیشگی آنا ضروری ہے ۔ خریداران کو چاہیئے کہ میگزین کو بار بار کی خط وکتابت کی زیر باری سے بچانے کے لئے خود ہی سال رواں کا چندہ پیشگی ارسال فرماویں -

۳- جو صاحب پیشگی چندہ ارسال کرنے میں چندوں کی مہلت چاہتے ہوں اونکو چاہیئے کہ ابھی اس امر کی اطلاع دیدیں کہ کس مہینہ کا پرچہ اُنکے نام وی پی کرکے روانہ کیا جاوے -

۴- جن خریداروں سے پیشگی چندہ وصول نہیں ہو چکا منیجر کو اختیار ہوگا کہ کسی وقت ان سے پرچہ وی پی کر کے قیمت وصول کرے جو صاحب رعایت چاہتے ہوں اُن کو ضروری ہے کہ خود دفتر میں اطلاع دیں -

۵- منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجنے کے وقت ضروری ہے کہ کوپن پر فرستندہ اپنا پورا نام خوشخط معہ پتہ وتفصیل روپیہ لکھے -

۶- خط وکتابت میں اور روپیہ بھیجنے کے وقت خریداروں کو اپنا نمبر ساتھ لکھنا چاہیئے ورنہ وقت پر تعمیل ہونے کی شکایت بیجا ہوگی -

۷- حصص سرمایہ میگزین کا روپیہ بنام مفتی محمد صادق فنانشل سکرٹری

متعلق خط وکتابت مولوی شیر علی صاحب بی - اے سکرٹری بورڈ آف ڈائرکٹر کمال الدین صاحب بی - اے سکرٹری انجمن کے نام سے ہونی چاہیئے -

۸- خریداری میگزین کا روپیہ اور خط وکتابت متعلقہ منیجر رسالہ ہونی چاہیئے -

محمد علی

منیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز - قادیان - ضلع گورداسپور پنجاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کیا تبدیلی کی
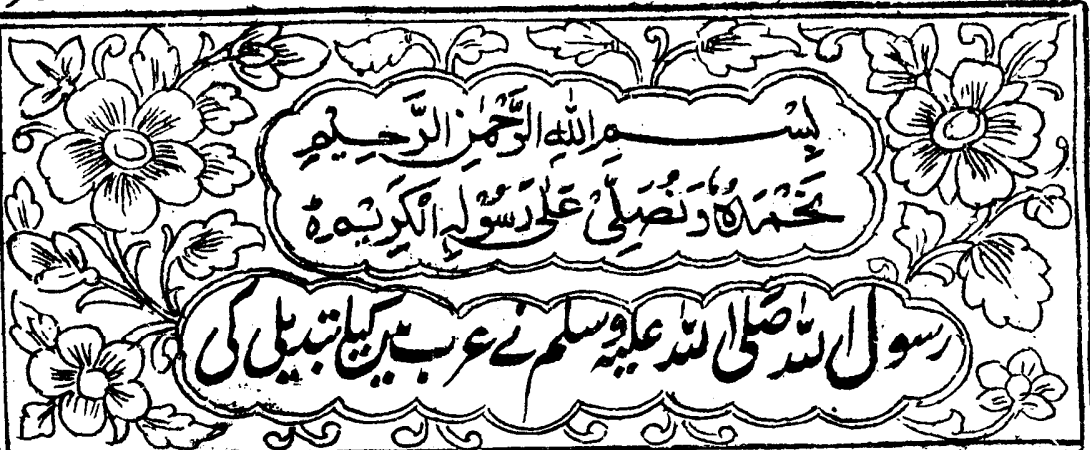
اِس کے سمجھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور آپکی بعثت کے بعد جو عرب کی حالت تھی اُسپر ایک نظر ڈالنا کافی ہے۔ آنحضرت کے ظہور سے پہلے وہ لوگ شرک کرتے اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور خدائے واحد اور قیامت پر اُن کو ایمان نہ تھا اور وہ بتوں پر گرے ہوئے تھے اور خدا تعالی کی قدرتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے یہانتک کہ مینہ کا برسانا اور پہلو نکالنا اور بچوں کا رحموں میں پیدا کرنا اور ہر ایک امر جو موت اور زندگی کے متعلق تہا تمام یہ امور بتوں کی طرف منسوب کر رکھے تھے اور ہر ایک اُنمیں سے اعتقاد رکہتا تھا کہ اسکا ایک بڑا بھارا مددگار بت ہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا اور وہی بت مصیبتوں کے وقت اُس کی مدد کرتا ہے اور عملوں کے وقت اُسکو جزا دیتا ہے اور ہر ایک اُنمیں سے اُنہی پتھروں کی طرف دوڑتا تہا اور اُنہی کے آگے فریاد کرتا تہا اور اسیطرح اُنہوں نے روشنی کو چھوڑا رات کو اپنا قیام گاہ بنایا اور لذیذ سیبے پیار کرکے رات میں داخل ہوئے۔ اور بتوں کے ساتھ وہ لوگ ایسے خوش ہوتے تھے جیساکہ کوئی مراد پا کر خوش ہوتا ہے یا جیساکہ وہ شخص خوش ہوتا ہے جسکے قابو میں آسانی سے جنگلی شکار چڑھ جاتا ہے اور بغیر تیر مارنے کے پکڑا جاتا ہے اور اُنکے دل میں یہ ذہن نشین تھا کہ اُن کے بت تمام مرادیں اُنکی دیسکتے ہیں اور وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ خدا تعالے اُن تکالیف سے کہ کسی کو مراد دیوے اور کسی کو پکڑے پاک اور منزہ ہے اور اُس نے یہ تمام قوتیں اور قدرتیں جو عالم ارواح اور اجسام کے متعلق ہیں اُنکے بتوں کو دے رکھی ہیں اور عزت بخشی کے ساتھ الوہیت کی چادر اُنکو پہنا دی ہے اور خدا عرش پر آرام کر رہا ہے۔ اور ان بکھیڑوں سے الگ ہے۔ اور اُنکے بت شفاعت کرتے اور دردوں سے نجات دیتے ہیں اور خدا کا قرب اُنکے ذریعہ سے میسّر آتا ہے اور سرگردان لوگوں کو اُنکے مقاصد تک پہونچاتے ہیں۔ اور باوجود ان عقیدوں کے پھر بدکاریاں کرتے تھے اور اُنکے ساتھ فخر کرتے تھے اور زنا کرتے اور روزہ نہ رکھتے اور کوئی گناہ

نہ تھا جو انہوں نے کیا اور کوئی جھوٹا معبود نہ تھا جس کی پوجا نہ کی۔ انسانیت کے ادبوں کو ضایع کیا اور انسانی
خلقوں سے دور جا پڑے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے یہاں تک کہ بیٹیوں اور بہائیوں کے گوشت کہائے اور ہر ایک مردار کو
تمام تر حرص کہایا اور خون کو یوں پیا جیسا کہ دودہ پیا جاتا ہے اور بدکاریوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں
حد سے گذر گئے اور جنگلی حیوانوں کیطرح جو کچھ چاہا کیا اور ہمیشہ انکے شاعر بدیہہ وہتی سے عورتوں کی بے عزتی کرتے اور انکے امرا کا
شغل قماربازی اور شرابخوری تھی اور جب بخل کرتے تھے تو بہائیوں اور یتیموں اور غریبوں کا حق تلف کر دیتے تھے
اور جب مالوں کو خرچ کرتے تھے تو عیاشی اور فضولخرچی اور زناکاری اور نفسانی ہوا اور ہوس کی پیروی کر کے خرچ کرتے اور
نفس پرستی کو انتہا تک پہونچاتے تھے۔ اور وہ لوگ اپنی اولاد کو درویشی اور تنگدستی کے خوف سے قتل کر دیا کرتے تھے اور بیٹیوں کو اس عار سے
قتل کرتے تھے کہ تا کسی کا رہین سے انکا کوئی داماد ہو اور اسطرح وہ اپنے اندر اخلاق ردیہ اور رذیل خصلتیں جمع کر رکھی
نہیں۔ یہاں تک کہ ان میں ایک جماعت بدچلنوں اور ولد الحراموں کی ہو گئی تھی اور عورتیں زانیہ آشناؤں سے
تعلق رکھنے والیں اور مرد زانی پیدا ہو گئے تھے اور جو لوگ ان کی راہ کے مخالف ہوتے تھے وہ نصیحت
لینے کے وقت اپنی عزت اور جان اور گھر کی نسبت خوف کرتے تھے۔ غرض عرب کے لوگ ایک ایسی قوم تھی
جنکو کبھی واعظوں کے وعظ سننے کا اتفاق نہ ہوا۔ اور نہیں جانتے تھے کہ پرہیزگاری اور پرہیزگاروں کی خصلتیں
کیا چیز ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسا نہ تھا کہ جو کلام میں صادق اور فیصلہ مقدمات میں منصف ہو۔ پس اسی
زمانہ میں جبکہ وہ لوگ ان حالات اور ان فسادوں میں مبتلا تھے اور ان کا تمام قول اور فعل فساد سے بھرا ہوا تھا
خدا تعالیٰ نے مکہ میں سے انکے لئے رسول پیدا کیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ رسالت اور نبوت کیا چیز ہے
اور اس حقیقت کی کچھ بھی خبر نہ تھی پس انکار اور نافرمانی کی اور اپنے کفر اور فسق پر اصرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکے ہر ایک جفا کی برداشت کی اور ایذا پر صبر کیا اور بدی کو نیکی کے ساتھ اور بغض کو محبت کے ساتھ ٹال دیا اور غمخوار
اور محبوں کیطرح انکے پاس آیا اور ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اور رد شدہ انسان کی طرح مکہ کی
گلیوں میں پھرتے رہے اور قوت نبوت سے ہر ایک عذاب کا مقابلہ کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت
تھی کہ رات کو اٹھکر خدا تعالیٰ کیطرف توجہ کرتے اور خدا تعالیٰ سے انکی بینائی اور فضل اور رحمت چاہتے۔ یہانتک کہ دعائیں
قبول کی گئیں اور انکی کستوری کی خوشبو پھیلی اور خوشبوئیں پے در پے پھیلنی شروع ہوئیں اور دلوں کے بدل دینے والے کا
حکم نازل ہوا۔ اور اس ذات سے انکو قوت عطا ہوئی جو محبت کو عطا کرتا اور دانوں کو اگاتا ہے سو حکم الہی سے زمین
بدلائی گئی اور آواز دینے والے بابرکت کیطرف دل کھینچے گئے اور ہر ایک شدید نے قتل گاہ کیطرف صدق اور

وفا سے نکل آیا اور اُنہوں نے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کوششیں کیں اور اپنی جانفشانی کی نذروں کو پورا کیا اور اس کے لئے یوں ذبح کئے گئے جیسا کہ قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔ اور انہوں نے اپنے خونوں سے گواہی دیدی کہ وہ ایک سچی قوم ہے اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں مخلص ہیں اور زمانہ کفر میں وہ لوگ تاریکی کے زندان میں قید تھے اسلام کے قبول کرنے نے انکو منور کر دیا اور اُنکی بدیوں کو نیکی کے ساتھ اور اُنکی شرارتوں کو بھلائی کے ساتھ بدل دیا اور اُنکی شراب شب نگاہی کو رات کی نماز اور رات کے تضرعات کے ساتھ بدل ڈالا اور اُنکی بامدادی شراب کو صبح کی نماز اور تسبیح و استغفار کیساتھ مبدل کر دیا اور انہوں نے یقین کامل کے بعد اپنے مالوں اور جانوں کو خدا تعالیٰ کی راہوں میں بخوشی خاطر خرچ کیا اور جب اُنہوں نے حق کو دیکھ لیا پس اپنی کوششوں کو ایمان کے حقماق میں سے آگ نکالنے میں کمال تک پہونچایا۔ اور اپنی جانوں کو اسلئے کہ یقین کی تلوار کی جوہر کو خوب غور اور تامل کیساتھ دیکھیں آزمایش میں ڈالا۔ پس یہی امر ہے جس نے ان کو بہادر کر دیا اور اُنکی کاردوں کو تیز کیا پھر اُنکے ذکر کو بلند کیا اور اُنکا انجام بخیر کیا۔ اور یہی جوانمردی ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں اُنکی فطرت کو محبوب بنایا اور اس کستوری کی خوشبو کیطرح جو پیسی جاتی اُنکی باطنی حقیقتوں کو دکھلایا اور یہی سبب اُنکے دل کی دلیری اور زبان کی روانگی اور ایمان کی قوت اور بلندی معرفت کا ہے۔ اور اسی لئے اُنہوں نے اپنی جانوں کو محبت میں جلایا یہانتک کہ اُن کا کوئلہ راکھ کیطرح ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں افروختہ ہو گیا اور اس کی راہوں کے لئے خوب طیاری کی اور مصیبتیں اُنکے لئے سلامتی اور ٹھنڈک ہو گئیں اور گرمی اور آگ کی تیزی کو اُنہوں نے بھلا دیا اور جو شخص ان بات کو غور کی نظر سے دیکھے کہ اُنہوں نے اپنی پہلی چراگاہوں کو کیونکر چھوڑ دیا اور کیونکر وہ ہوا و ہوس کا جنگل کو کاٹکر اپنے مولےٰ کو جاملے تو ایسا شخص یقین سے جان لیگا کہ وہ تمام قوت قدسیہ محمدیہ کا نتیجہ تھا وہ رسول جسکو خدا نے برگزیدہ کیا اور عنایات ازلیہ کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کو سوچو کہ صحابہؓ زمین کے نیچے سے لئے گئے اور آسمان کی بلندی تک پہونچائے گئے اور درجہ بدرجہ برگزیدگی کے مقام تک منتقل کئے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو چارپایوں کی مانند پایا کہ وہ توحید اور پرہیزگاری میں سے کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اور نیکی بدی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو انسانیت کے آداب سکھلائے اور تمدن اور بود و باش کی راہوں پر مفصل مطلع کیا اور اُن کے لئے پاکیزگی کے طریقوں اور دانتوں کو صاف کرنا اور مسواک کرنا اور خلال بعد طعام چاخت طعام غب کرنا اور

بول کرکے جلدی سے نہ اُٹھنا بلکہ بقیہ قطرات کو نکال لینا تا کپڑا ناپاک نہو اور تمام تر صفائی سے استنجا کرنا اور معاشرت اور تمدن اور کھانے پینے اور لباس اور علاج اور پرہیز اور اصول رعایت صحت اور اسباب وبا سے پرہیز کے قوانین ظاہر فرمائے اور تمام صورتوں میں اعتدال کی وصیت فرمائی پھر جب جسمانی آداب سے خو پذیر ہو گئے تو جسمانی پاکیوں سے منتقل کرکے اخلاق فاضلہ روحانیہ اور خصال ایمانیہ کیطرف کھینچا تا اُنکے ذریعہ سے روحانی پاکیزگی حاصل ہو۔ پھر جب دیکھا کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہو گئے اور اچھے خلقوں کے صادر کرنے کا ان کو ملکہ ہو گیا پس اُن کو قرب اور وصال کے سرادق کیطرف بلایا اور معارف الہیہ اُنکو سکھلائے۔ اور حضرت عزت اور جلال کی طرف اُن کی باگیں پھیریں تا وہ قرب کے سبزہ گاہوں سے محبت کا سبزہ چگیں۔ اور خدا تعالی کے نزدیک اُن کو مقام قرب اور صدق حال میسر آوے۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی اداب اور حواس اُنکو عطا کئے جائیں۔ اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دیکر اخلاق کاملہ کے درجہ تک پہونچایا جاوے۔ اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے اُنکو اُٹھا کر محبت الہی کے مرتبہ تک پہونچایا جائے اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام اُنکو عطا ہوں یعنے وہ مقام جسمیں وجود اور اختیار کا نشان باقی نہیں رہتا اور خدا اکیلا باقی رہجاتا ہے جیسا کہ وہ اس عالم کے فنا کے بعد اپنی ذات قہار کیساتھ باقی رہیگا۔ پس یہ سالکوں کے لئے کیا مرد اور کیا عورت آخری مقام ہے اور ریاضتوں کے تمام مرکب اسی پر جاکر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور اسی میں اولیا کے ولایتوں کے سلوک ختم ہوتے ہیں اور وہ استقامت جس کا ذکر سورۃ فاتحہ کی دعا میں ہے اس سے مراد یہی مرتبہ سلوک ہے۔ اور نفس امارہ کی جس قدر ہوا و ہوس بھڑکتی ہے وہ اسی مقام میں خداے ذوالجبروت والعزت کے حکم سے گداز ہوتی ہے۔ پس تمام شہر فتح ہو جاتا ہے اور ہوا و ہوس کے عوام کا شور باقی نہیں رہتا اور کہا جاتا ہے کہ آج کس کا ملک ہے اور یہ جواب ہوتا ہے کہ خدائے ذوالمجد والکبریا کا۔ مگر جو مرتبہ اخلاق فاضلہ اور نیک خصلتوں کا ہے اُسمیں غفلت کے وقت دشمنوں سے امن نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں کا سلوک اخلاق تک ہی محدود ہوتا ہے اُنکے لئے ابھی ایسے قلعے باقی ہوتے ہیں جنکا فتح کرنا مشکل ہوتا ہے اور اُنکی نسبت یہ اندیشہ دامنگیر رہتا ہے کہ نفس امارہ اپنی بھوک کے بھڑکنے کیوقت حملہ نکرے۔ اور جو شخص صرف اخلاق تک ہی اپنا کمال رکھتا ہے اُسکی زندگی کے دن گرد و غبار

سے پاک نہیں رہ سکتے اور ایسے لوگ ہوائی تیروں سے امن میں نہیں رہ سکتے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جو ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ قرآن شریف کی تعلیمیں ہیں اور اپنی تعلیموں کے ساتھ انسان کی تکمیل علمی اور عملی کا دائرہ اپنے کمال کو پہونچاتا ہے اور یہ تعلیمیں ایسے صاف ہیں کہ پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی انکی متکفل نہیں ہوئی اور نہ کبھی پہلے صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ اپنے مشتمل ہوا ہے پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی و عملی معجزہ ہے اور قرآن کریم کا تمام مخلوق کے لئے ہر ایک اعجاز ہے اور پہلے نبیوں کے معجزے منقضی اور معدوم ہوگئے مگر یہ قرآنی معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ قرآن علمی و عملی معجزہ ہے سو یہ ایک بیہودہ اور بے اصل بات نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اسپر دلائل قاطعہ اور براہین شافیہ اور تسکین بخش ہیں پس جان لو کہ قرآن شریف کا علمی معجزہ بدیہیات کی طرح ثابت ہے اور اسپر کسی قسم کے شبہات کے غبار نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ضروری تعلیموں اور ضروری وصایا اور معارف اور دلایل کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور وہ ایک ایسی تعلیم کامل ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کو جو خدا تعالے تک پہونچنے کے لئے پیش آتی ہیں پوری کرتی ہے اور جو حق کے ثبوت میں دلایل پیش کرنا چاہیئے یا جس طرح باطل کا رد لکھنا چاہیئے اور یا جس طور اور اندازہ سے معرفت کی باریک باتیں بیان کرنی چاہیئے ان میں سے ایک بات کو بھی اس نے نہیں چھوڑا اور اسپر زاید یہ امر ہے کہ ان تمام تعلیموں اور احکام اور حدود کو نہایت فصیح اور بلیغ اور شیریں اور پسندیدہ پیرایہ میں بیان فرمایا۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اور ہمارا یہ قول کہ قرآن جیسا کہ علمی معجزہ ہے ایسا ہی وہ عملی معجزہ بھی ہے۔ سو یہ امر بھی اس کی پہلی شاخ کیطرح ایک بدیہی واقعہ ہے اور انکار اور خصومت کی گنجایش نہیں کیونکہ قرآنی تعلیموں نے اپنی تاثیرات عجیبہ اور تبدیلیات غریبہ اور ان دلنشینوں کو دلوں پر ڈالنے سے جو خارق عادت ہیں اور روحی اور مستحکم ملکوں کے دور کرنیسے عقلمندوں کو حیران کر دیا ہے اور ٹیڑھی اور سخت طبیعتوں کے دیوار اور پردے کو ڈھا دیا ہے اور جو سخت دلوں کے گھر تھے انکے اندر داخل ہو گیا ہے اور ان لوگوں تک پہونچا ہے جو بباعث سفلی طبیعتوں کے عمیق اور ناقابل گذر خندقوں کے پرے بستے تھے اور خدا نے اسکے ساتھ سخت کو نرم اور دور کو نزدیک کر دیا اور سینوں کو قبض سے انشراح کی طرف اور تنگی سے فراخی کیطرف پھیر دیا اور حجاب کو دور کیا اور حق کو دکھلا دیا۔ یہانتک کہ مومنوں کو الہامات صریحہ اور مکاشفات صادقہ اور صحیحہ تک پہونچا دیا اور دایمی کرامتوں کا دانہ انکے سینوں کی ہموار

زمین میں بو دیا۔ اسیوجہ سے ہم لوگ کرامتوں کے طلب کے وقت پہلے زمانہ کیطرف نہیں بھاگتے بلکہ ہم اپنے
مقام پر استوار رہتے ہیں اور منکر کو خدا کے تازہ بتازہ نشان دکھلاتے ہیں اور ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں
بجز قصوں کے اور کچھ نہیں اور صرف قصوں کے ساتھ کبھی کوئی دین ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اُن نوشتوں سے
ثابت ہوتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ اور نہ کبھی پورانے ہوتے ہیں۔ بعد اسکے جان کہ یہ وہ معجزہ ہے
جس کی دونوں شاخیں عظیم الشان ہیں اور جسکی خوشبو پھیل رہی ہے اور اُس تصدیق پر طوایف مخلوقات
جمع ہیں جیسا کہ حج قافلہ کعبہ پر جمع ہوتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جلیل الشان حکیموں سے اسبات
کیطرف توجہ کرے کہ کسی سفیہ نادان کی طبیعت کی کجی کو دور کرے یا کسی فاسق بدکاری کے عادی کو
اُس کی اس بدخصلت سے چھوڑا دے۔ پس ایسا کرنا اُس حکیم پر مشکل ہو جائے گا اور اُس فاسق کے خیالات
کو بدلا دینا اُس کے لئے بجز ممکن ہوگا۔ اب دیکھو کہ اُس دل کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ
میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کیطرف اُنکو منتقل کیا یہانتک کہ اُن کا
کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزا بہیئت اجتماعی اُنکے وجود میں جمع ہو گئے اور
اُن کے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اُٹھے اور اُنکے پیشانی کے نقشوں میں محبت الٰہی کے بھید
ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور اُنکی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام
کے لئے ممالک شرقیہ اور مغربیہ تک پہونچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کیطرف
اُنہوں نے سفر کیا اور اُنکی عقلیں علوم الٰہیہ میں منور ہوئیں اور اُنکے قویٰ فکریہ اسرار ربانیہ کے سمجھنے کیلئے
باریک ہو گئیں اور نیک باتیں بالطبع اُنکو پیاری لگنے لگیں اور بد باتوں اور گناہوں سے بالطبع اُنکو نفرت پیدا
ہوئی اور رشد اور سعادت کے خیموں میں وہ اُتارے گئے بعد اسکے جو بتوں پرستش کے لئے سرنگون تھے اور
اور اُنھوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اُٹھا نہ رکھا یہانتک کہ دین کو
فارس اور چین اور روم اور شام تک پہونچا دیا اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے
اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پہونچے اُنہوں نے موت کے سامنے سے مونہہ نہ پھیرا اور ایک بالشت
بھی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ لوگ جنگ کے وقتوں میں اپنی قدم گاہوں پر
استوار اور قایم رہتے تھے اور خدا کے لئے موت کی طرف دوڑتے تھے وہ ایک قوم ہے جنہوں نے
کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلف نہ کیا اور زمین کی انتہائی ابادی تک زمین پر قدم

مارتے ہوئے پہونچے - اُنکی عقلیں آزمائی گئیں اور ملکداری کی لیاقتیں جانچی گئیں سو وہ ہر ایک امر میں
فایق نکلے اور علم و عمل میں سبقت کرنیوالے ثابت ہوئے - اور یہ معجزہ ہمارے رسول خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہے اور حقیقت اسلام پر ایک صریح دلیل ہے - اور اگر تمہیں شک ہے تو اُنکی مانند حضرت
موسیٰ کے اصحاب میں سے یا حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے یا کسی اور نبی کے صحابہ میں سے ایک انسان
بھی دکھلاؤ اور اُنکی خبریں تم سن چکے ہو اور جو کچھ اُنکے بارہ میں اُنکے نبیوں نے کہا تمہیں معلوم ہے -
اور اُن نبیوں کی زبانوں پر خلاف واقعہ باتیں جاری نہیں ہو سکتی تہیں اور نہ وہ جھوٹے تھے کیونکہ وہ
روح القدس کے بلانے سے بولے تھے اور غضبناک انسانوں کی طرح اُنکا کلام نہ تھا -

حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا

وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ　　(میں صرف اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں)

(قرآن کریم)　　متی باب $\frac{15}{24}$

جو مضمون اس عنوان کے نیچے اس نمبر میں اور اسکے بعد کے نمبروں میں نکلیگا وہ ایک ایسا وسیع اور ضروری
مضمون ہے اور ساتھ ہی اسقدر دلوں میں جمے ہوئے خیالات کی تردید کرتا ہے کہ اسپر پوری بحث کرنے
سے ایک ضخیم مجلد تیار ہوتا ہے - مگر بعض حالات کی مجبوری کے سبب سے ہمیں یہ عظیم الشان مضمون ہی
جرح کرکے پبلک کے سامنے پیش کرنا پڑا ہے لیکن باوجودیکہ اس اختصار کرنیسے اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے
اسکا زور بہت کم ہو جائیگا تاہم حق کے طالبوں کیلئے اسصورت میں بھی یہ مضمون بڑی دلچسپی
کا باعث ہوگا - علاوہ ازیں اس مختصر صورت مضمون کو پڑھ لینے کے بعد ناظرین اس کی مفصل بحث
پر غور کرنے کے لئے تیار ہو جاوینگے جسکے بہت جلد شائع ہونیکی امید کیجاتی ہے -

بڑے عنوان کے نیچے چند چھوٹے چھوٹے عنوان ہیں جنمیں وہ شہادتیں درج ہیں جو مختلف ذرایع
سے ہمکو ہاتھ لگی ہیں گویا یہ چھوٹے عنوان ایک سے ملے اور مضبوط زنجیر میں کڑیوں کے قائممقام ہیں اور سب
شہادتوں پر یکجائی طور پر نظر کرنیسے وہ عظیم الشان مسئلہ حل ہوتا ہے جسکا بیان بڑے عنوان میں ہے

انجیلی شہادتیں

سب سے پہلے مسئلہ زیر بحث کے تصفیہ کیلئے ہم ان شہادتوں پر غور کرتے ہیں جو چار انجیلوں سے ہمیں ملتی ہیں۔ زمانہ حال کی تحقیقات سے اناجیل اسقدر پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئی ہیں کہ انکی شہادتوں پر سب سے پہلے غور کرنے پر شاید بہت لوگ حیران ہونگے۔ یہ امر محقق ہو چکا ہے اور نہ صرف محققین نے ہی اسکو تسلیم کیا بلکہ ان لوگوں نے بھی جو سچے عیسائی کہلاتے ہیں۔ یہ مان لیا ہے کہ چاروں انجیلیں ان واقعات کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہیں جو انمیں مندرج ہیں اور یہ کہ انجیل کے بیان ان واقعات کے متعلق بہت ناقص ہیں یا غلط ہیں اور یا لغو اور فرضی کہانیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تو انجیلی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح سے ملی تھی۔ اور جسمیں اگرچہ سلسلہ روایات میں بہت ساری تبدیلیاں ہو گئی ہیں مگر یہ حصہ اصل روح انجیل کا ہے۔ دوسرے حصہ میں تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور انکا پکڑا جانا یا سولی پر چڑھنا وغیرہ سو اس حصے کو تاریخ کی بنا پر جانچا جائے یعنے جن امور کا وقوع زیادہ قرین قیاس ہے یا کافی شہادت رکھتا ہے انکو مان لیا جائے اور باقی کو رد کیا جائے اس میں شک نہیں کہ کسی مدت کے بعد تاریخی واقعات کے تحریر میں لانے سے بہت واقعات رہ جاتے ہیں اور بہتوں میں غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں جسقدر حصہ زبانی روایات سے محفوظ بھی رہا ہو وہ بھی راویوں اور پھر مورخوں کے اپنے خیالات اور مذہبی اعتقادات کے رنگ میں بہت کچھ رنگا جاتا ہے۔

یہی واقعات ہماری اس شہادت کو جو ہم انجیلوں سے لیتے ہیں اور بھی زیادہ قوی اور مضبوط بناتے ہیں۔ کیونکہ یہ شہادت انہی واقعات کے متعلق ہے جنکا چھپانا انجیل نویسوں کی غرض معلوم ہوتی ہے ابتدا ہی میں عیسائی مذہب میں یہ غلطی جڑ پکڑ گئی کہ حضرت مسیح گویا آسمان پر چڑھ گئے ہیں اس لئے انکی زندگی کے واقعات میں سے سیدھے سادے حالات کو ایسی طرز پر بیان کیا جاتا ہے کہ کوئی امر خلاف معمول بنجاوے اور آسمان پر چڑھ جانے کے غلبہ نے مسیح کی زندگی کے ہر ایک واقعہ کو اس رنگ میں رنگ دیا ہے۔ یہ ایک نہایت صاف بات تھی کہ تین گھنٹے صلیب پر لٹکانے سے کبھی کسی کی جان نکل سکتی تھی مگر انجیل نویسوں کو اپنے اعتقاد کی خاطر یہ بھی بیان کرنا پڑا کہ تین ہی گھنٹے میں معجزے کے طور پر حضرت مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ یہاں صرف مارنے کی خاطر مرنے کو معجزہ بنایا گیا ہے۔ اب جب انجیلوں کے مورخ اسقدر اس اعتقاد کے خیال کے نیچے لکھ رہے تھے تو ضرور ہے کہ جو شہادت

اس اعتقاد کے خلاف انکے بیانات سے صاف طور پر نکل سکتی ہو وہ نہایت وزنی اور معتبر شہادت سمجھی جاوے اسی لحاظ سے ہمنے سب سے پہلے انجیل کی شہادت کا ذکر کیا ہے -

جاننا چاہیے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہوکر مصلوب ہوگئے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے - متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا - اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تہی - اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا - اور آخر قوم نے اسکو قبول کیا - پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مردہ سے کیا مناسبت بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تہا اور جانتا تہا کہ وہ خدا جسکا وہ پیارا تہا لعنتی موت سے اُسکو بچائیگا اس لئے اس نے خدا سے الہام پاکر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلا دیا تہا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اسکی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کیطرح صرف غشی کی حالت ہوگی - اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملیگا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائیگا - سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی - کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر اپنی اُن قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تہیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جنکو شالمنسر شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا آخر وہ ہندوستان کی طرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے - اور ضرور تہا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا - کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی اس کی نبوت کی علت غائی تہی کہ وہ اُن گمشدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنہوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کردیا تہا اور اکثر اُن کے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تھے اور پھر رفتہ رفتہ بُت پرستی تک نوبت پہونچی تھی چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر و سیاحت میں

کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آگئے تھے* بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ اُن گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں چنانچہ آگے چلکر ہم اسبات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہونچے۔ اور اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگالیا۔ اور اُنہوں نے آخر اُسکو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اسبات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اسکے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک مفہوم ہے کہ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایکدم کیلئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائیگا جب کہ حقیقت میں اس کا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے۔ اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہیدست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اُس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے یہانتک کہ خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے۔ اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے** اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اُسکا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا سے منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا؟ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن

* دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔

** دیکھو کتب لغت لسان العرب صحاح جوہری۔ قاموس۔ محیط تاج العروس وغیرہ منہ

* اور انکے سوا اور یہودی بھی بابل [illegible] سے [illegible] منہ

اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کیساتھہ نازل ہوئی تہیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات مونہہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قایم ہوجاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اُس عقیدہ کی کھل جائے کسی طرح اُسکو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقت حقہ پر بنیاد رکھتی ہو تو قابل تعریف امر ہے۔ لیکن یہہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہہ حالت بھی آئی تھی کہ اُسکا خدا تعالٰی سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے ایک دلی اور یکجہتی کے مغایرت اور مباینت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہو گئی تھی اور بجائے نور کے دل پر تاریکی چھا گئی تھی۔

یہہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شان نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ اُنکے اس دعوٰی کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو اُنہوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھکر دیکھو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صاف دعوٰی کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں میں ہادی ہوں اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدایش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آسکتا ہی ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہہ بات ثابت ہی کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنے صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اُسکی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کے ناپاک کیفیت سے بیشک اسکے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونیکی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہہ دوسری جز آسمان پر جانیکی بھی باطل ثابت ہوئی۔

پھر ایک اور شہادت جو حضرت مسیح کے زندہ دوسری اقوام بنی اسرائیل کی طرف چلے جانے پر انجیلوں سے پیدا ہوتی ہے وہ بیان ہے جس میں حضرت مسیح کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کہوئی ہوئی

بھیڑوں کے سوا دوسری کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا (متی ۱۵/۱۴) اور اسی طرح پر لکھے وہ الفاظ ہیں جنمیں وہ کہتے ہیں کہ میں کھوئے ہوؤں کو تلاش کرنے اور بچانے کے لئے آیا ہوں - اب اگر ہم مان لیں کہ جو یہودی اسوقت فلسطین میں رہتے تھے وہ روحانی طور پر کھوئے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بنی اسرائیل جو دور و دراز کے ملکوں میں جا آباد ہوئے تھے ۔ فلسطین کے یہودیوں سے بھی بڑھکر کھوئے ہوئے تصور کئے جاویں کیونکہ وہ صرف روحانی طور پر مثل فلسطین کے یہودیوں کے کھوئے ہوئے تھے بلکہ جسمانی طور پر بھی گم شدہ تھے ۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح کے یہہ الفاظ کہ میں گم شدوں کو تلاش کرنے آیا ہوں - گم شدہ فرقوں کے سوا دوسرے یہودیوں پر کسی طرح لگ ہی نہیں سکتے فلسطین کے یہودی تو خود ہی حضرت مسیح کے گرد گرد بھوں کے گروہ جمع ہو جاتے تھے اس لیے حضرت مسیح کو انکے تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہ تھی - بلکہ تلاش کرنا تو ایک طرف ہا انجیلوں میں تو لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے یہودیوں سے چھپا کرتا تھا پس معلوم ہوا کہ تلاش کرنا صرف دوسرے یہودی اقوام کے لیئے تھا جو گم شدہ فرقے بنی اسرائیل کے تھے - اس کے علاوہ حضرت مسیح نے ایک مثال بھی بیان کی ہے جسمیں اس گڈریئے کا ذکر ہے جو ننانوے موجود بھیڑوں کو چھوڑ کر ایک گم شدہ کی تلاش میں پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتا تھا ۔ یہہ تمثیل جیسی حضرت مسیح پر صادق آتی ہے اور کسی پر نہیں آتی - وہ اسرائیلیوں کے لیے مبعوث ہوئے تھے لیکن جس جگہ انہوں نے تبلیغ شروع کی وہاں بارہ قوموں میں سے صرف دو موجود تھیں اور باقی دس فرقے گم تھے ۔ پس جو شخص یہہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک گم شدہ بھیڑ کی خاطر ننانوے بھیڑوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں تلاش کرنی چاہیئے اس سے بڑھکر کون گنہگار ہوگا اگر وہ خود دو موجود فرقوں کی خاطر دس گم شدہ فرقوں کی تلاش میں پہاڑوں اور جنگلوں میں نہ جائے بلکہ اسکا تو یہہ فرض ہونا چاہیئے کہ تھوڑوں کو چھوڑ کر بہتوں کی تلاس کرے یہہ ایک صاف اور کھلی بات ہی کہ حضرت مسیح کا فرض کثیر تعداد کو تبلیغ کرنیکا تھا اور یہہ فرض وہ ادا نہیں کر سکتے تھے جبتک دس گم شدہ فرقوں کو جا کر وعظ نہ کرتے بہر حال یہہ ظاہر ہے کہ مسیح کا مشن سارے اسرائیلیوں کی طرف تھا کسی خاص فرقہ کی طرف ۔ اور اسکے متعلق یہہ پیشگوئی بھی تھی کہ وہ خدا کا برگزیدہ قوم بنی اسرائیل پر حکمرانی کریگا - پس وہ صلیب پر فوت ہوگئے اور پھر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے آسمان پر چڑھ گئے تھے تو انکی بعثت کی اصل غرض جو بار بار انجیلوں میں بھی بیان کیگئی ہے اسرائیلوں کو نجات دیں اور خصوصًا انکی گم شدہ بھیڑوں کو بالکل پوری

نہ ہوئی۔ اگر حضرت مسیح صلیب سے بچکر دس گم شدہ بنی اسرائیل کے فرقوں کی طرف نہیں گئے تو بجائے اسرائیلیوں کو گناہ سے چھوڑانیکے اور بھی اسرائیلیوں پر انہوں نے گناہ کا بوجھ ڈالدیا۔ کیونکہ انکی موت کا گناہ بھی یہودیوں کے سر پر ہی پڑا۔

انجیلوں سے حضرت مسیح کے مشرق کیطرف جانیکی ایک شہادت بھی ملتی ہے متی ۲ میں لکھا ہے کہ وہ ستارہ جو مسیح کی پیدایش کے نشان کے طور پر طلوع ہوا تھا وہ مشرق میں نکلا تھا۔ اسی ستارے کی رہنمائی سے چند دانا آدمی ایک لمبا سفر اختیار کرکے اسجگہ پہونچے جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسیح کی پیدایش کے منتظر تھے لیکن مسیح کی آمد کا وعدہ اور اسکی ظہور کے علامات سوائے اسرائیلی اقوام کے دوسری کسی قوم کو نہ دئے گئے تھے۔ اس لئے وہ لوگ جو ستارہ کو دیکھکر مشرق کیطرف سے آئے اسرائیلی ہونے چاہئے۔ اب یہ دو واقعات یعنی مشرق میں ستارہ کا نکلنا اور مشرق سے دانا آدمیوں کا آنا لغو اور بے معنی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ ستارہ جو مسیح کی پیدایش کو بتاتا تھا وہ مشرق میں کیوں طلوع ہوا اگر مشرقی لوگوں نے اس مسیح سے محض بے بہرہ رہنا تھا۔ بلکہ یہاں تو صاف اشارہ ہے کہ مشرقی اسرائیلی مسیح کی آمد سے بہ نسبت ان لوگوں کے زیادہ فائدہ اٹھانیوالے تھے جو اس کے ہموطن تھے۔ ستارہ مشرق میں نکلا نہ فلسطین میں اور اسطرح صاف جتلا دیا گیا کہ مسیح کی دعوت مشرق میں قبول کی جاوے گی اور اسکے ہموطن محروم رہ جاوینگے۔ گویا حضرت مسیح کی پیدایش کا ستارہ انکے اقبال کا ستارہ تھا اور انکی تبلیغ کی قبولیت کا کھلا کھلا نشان تھا۔ اور کیوں خدا تعالیٰ نے مشرقی لوگوں کو ستارے کے ذریعہ ہدایت کی اگر اصلی ہدایت سے وہ محروم ٹھہرائے گئے تھے اور یہ مقدر ہی نہ تھا کہ وہ پیغمبر انکو ہدایت کرے جس کی پیدایش کا نشان ان کو دکھایا گیا تھا۔ یہ کیسا حیرت انگیز امر ہے کہ مشرقی اسرائیلی جن کو ستارہ دکھایا گیا وہ تبلیغ سے محروم رکھے گئے اور فلسطین کے یہودی جنکو تبلیغ کرنے میں مسیح نے اپنی عمر صرف کردی تھی انکو کوئی نشان اس کی ظہور کا نہ دکھایا گیا۔ خدا کے نشان ایسے ہی لغو اور بیہودہ ہوتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بڑے بڑے اسرار کی طرف اشارہ کرنے والے ہوتے ہیں اور اسی قسم کا ایک نشان مشرق میں ستارہ کا طلوع تھا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح بڑے ناشکرگذار ٹھہرتے ہیں اگر وہ ان لوگوں کی طرف توجہ ہی نہ کرتے جو انکی پیدایش کیوقت اتنے دور سے قبول کرنیکے لئے آئے تھے۔ مشرقی اسرائیلیوں نے تو اس کی پیدایش ہی پر اس کا خیر مقدم کیا حالانکہ مغربی اسرائیلیوں نے اسکی موت کے حیلے سوچے۔ انمیں سے کون مسیح کا پیرو بننا چاہئے پھر ایک دانا آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے پلاطوس کی بیوی کا خواب ہے۔

جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اُس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ

(یعنی اسکے قتل کرنے کے لئے سعی نکر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی (دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹) سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطوس کی جورو کو دکھایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آجتک یہ کبھی نہ ہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ رویا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہئے تو وہ بات خطا جاوے مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا اُٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جبتک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہر رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے (دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳)۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہونچکر مارا جانا ممکن تھا اسی طرح خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کیلئے خواب آئی اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جسطرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدا تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے اسیطرح اسجگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہو گیا تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بیسود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جاوے کیا اس کی دنیا میں کوئی نظیر ہے ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیکدل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کریگا کہ درحقیقت اس خواب کا منشا و یہی تھا کہ مسیح کے چھوڑنے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کے تعصب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو رد کر دے اور قبول نہ کرے لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کا خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک وزن کی شہادت ہے اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنے متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھونگا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یکلخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقاید رسمیہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آج تک اُس کی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے یہانتک کہ بلیوں اور سانپوں کو بھی پوجا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدہ سے نجات پاتے آئے ہیں۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہمکو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ "ہابیل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آویگا" دیکھو باب ۲۳ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہوگا کہ انمیں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودیوں نے جسقدر نبیوں کے خون کئے انکا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہوگیا۔ اور اسکے بعد یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائینگے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچکر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کیطرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونیوالے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ لیکن انکا مارا جانا یہودیوں کیلئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بطور کفارہ کے مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنیکے ارادہ سے سخت گنہگار ہیں اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کیطرف اشارہ ہے اور صاف لکھا ہے کہ اس جرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت اُن سے ظہور میں آیا خدا تعالے کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارہ میں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنے آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک قوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کیلئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کیجاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز رد نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہو گئی حالانکہ مسیح دعوی کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُس کی سنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دعا نہ سنی گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اُس کی وہ دعا ضرور قبول ہو گئی اور اس دعا پر اسکو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے

جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اُسکے مونہہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتنانی" اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنے مجھے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ انجام یہ ہوگا اور میں صلیب پر مرونگا۔ اور یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دعا کرنا ضایع نہیں جائیگا۔ اور خود اُس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کیجائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا اور اِس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بیشک خدا تعالیٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنیکا خدا تعالیٰ کیطرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کیطرح اس بنا پر دعا کی کہ خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اسکے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنیوالا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضایع کرنیوالا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پرسوز دعا قبول نہ ہو سکی تو اس بد نمونہ سے انکا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمنی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔

ایک اور بات اسجگہ یاد رکھنے کے لایق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کر دیں یہی مشورہ حضرت موسےٰ کے قتل کرنیکے لئے ہوا تھا۔ اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دار الندوہ کے مقام میں ہوا تھا۔ مگر قادر خدا نے اُن دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بد اثر سے بچا لیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا اُن دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نہ گیا حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ دعا کی اور پھر جب کہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کرکے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے

بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے چنانچہ میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرتسر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپور میں دائر کیا اور یہہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا میں نے ایک شخص عبد الحمید نامی کو بھیجکر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنے عیسائی اور ہندو اور مسلمان میرے مخالف متفق ہو گئے اور جہانتک ان سے ہو سکتا تھا یہہ کوشش کی کہ مجھ پر اقدام قتل کا الزام ثابت ہو جائے عیسائی پادری مجھ سے اسوجہ سے ناراض تھے کہ میں اس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو اُن کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہہ اول نمونہ تھا جو میں نے ان لوگوں کا دیکھا اور ہندو مجھ سے اسوجہ سے ناراض تھے کہ میں نے لیکھرام نامی اُنکے ایک پنڈت کی نسبت اسکی رضامندی سے اسکے مرنیکی نسبت خدا کا الہام پاکر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پوری ہو گئی اور وہ خدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ میں اُنکے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز اُنکے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا لہذا ان تین قوموں کے بعض سر برآوردہ لوگوں نے یہہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور میں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔ اور ان خیالات میں وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھے۔ اور خدا نے مجھے اس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دی اور پھر انجام کار بریت کرنے کی مجھے خوشخبری سُنائی۔ اور یہہ خدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ میں نے الہام کی خبر پاکر دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اس بلا کو مجھ سے رد کر تب مجھے الہام ہوا کہ میں رد کروں گا اور تجھے اس مقدمہ سے بری کر دوں گا اور وہ الہام بہتوں کو سنایا گیا جو تین سو سے بھی زیادہ تھے جو ابتک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہوا کہ میرے دشمنوں نے جھوٹے گواہ بنا کر اور عدالت میں گذران کر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہونچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جنکا ذکر ہو چکا ہے میری مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جسکا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپورہ کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اس مقدمہ کی اُس پر کھول دی۔ اور اس پر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اسکی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہہ تقاضا کیا کہ اُس ڈاکٹر کا جو پادری صاحب کا بھی کام کرتا تھا کچھ بھی لحاظ نکر کے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ پہلے

خداتعالیٰ سے الہام پاکر موجودہ خوفناک صورتوں کے برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام کار بری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا اور بہت سی لوگوں کی قوت ایمان کا باعث ہوا اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پہونچائے گئے۔ مگر خدا نے مجھے قبل اسکے جو میں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اول اور آخر کی خبر دیدی۔ اور ہر ایک خوفناک مقدمہ میں مجھے بری ہونے کی بشارت دی۔

اس تقریر سے مدعا یہہ ہے کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سُنتا ہے بالخصوص جبکہ اُسپر بھروسہ کرنیوالے مظلوم ہونیکی حالت میں اسکے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ انکی فریاد کو پہونچتا ہے اور ایک عجیب طور پر انکی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اسکو بچالیا۔ خدا نے اسکے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کیے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو خدا نے دعا کرنے کیلئے مہلت نہ دی کیونکہ اُس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کیلئے تمام رات مہلت دیگئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اُس خدا سے جسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے سو خدا نے اپنی قدیم سنت کیموافق اسکی دعا کو سنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دیکر یہہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اُسکو نہ چھوڑایا کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کیے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچا لیا اور یہودی نامراد رہے۔

جہاد کے قطعی استیصال کیلئے ایک تجویز پیش کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

چونکہ تقریب جلسہ تاج پوشی ہماری شہنشاہ عالی جاہ ایڈورڈ قیصر کے درپیش ہے اور ہر ایک شخص جو زیر سایہ اس سلطنت پُرامن کے رہتا ہے واجب ہی کہ اس خوشی سے حصہ لے! اور اس موقع پر اپنی خیرخواہی اور

خلوص کا اظہار کرے سو میں جو ایک گوشہ گزین انسان ہوں اور قبل اسکے جو واقعہ موت پیش آوے اس شہید عالم کو دیکھ رہا ہوں جسکو اکثر دوسرے لوگ موت کے بعد دیکھیں گے۔ اس لئے میری معرفت اور حقیقت شناسی نے جو انصاف اور حق پسندی کو چاہتی ہے مجھے تحریک کی ہے کہ نہایت یک رنگی اور دلی جوش سے اپنی مشرب اور طریق کے مطابق اس موقعہ پر وہ باتیں ظاہر کروں جنکے لئے میرا دل جوش مار رہا ہے اور جنکو اپنا فرض سمجھتا ہوں سو سب سے اول میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کے منتخب لوگوں کی طرف سے جو میرے تخمینہ میں اب وہ برٹش انڈیا کی متفرق بلاد میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہیں حضرت شہنشاہ قیصر کو شکر سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ دعائے خیر کرتا ہوں اور جناب الٰہی سے چاہتا ہوں کہ وہ قادر کریم جسکی بے انتہا طاقت نے ذرّہ ذرّہ پر قبضہ کر رکھا ہے اس شہنشاہ کو جسکی سلطنت امن بخش اور ہر ایک ظالم سے حفاظت کرتی ہے تمام مکروہات زمانہ سے بچاوے اور فتح وظفر نصیب کرے۔ اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ رہیں۔ اور دورنگی سے بچیں۔ پھر بعد اسکے میرے دل میں جلسہ تاج پوشی کی تقریب پر ایک ارادہ دوبارہ جوش زن ہوا ہے جسکو میں آج سے قریبًا بائیس ۲۲ برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ملک میں مسلمانوں کی توجہ کے لئے شائع کیا تھا اور پھر وقتًا فوقتًا میں اس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کرتا رہا اور غالبًا تیئس مرتبہ کے قریب میں نے اُس ارادہ کو ملک میں شائع کیا مگر افسوس کہ ابتک وہ میرا مطلب پورا نہ ہوا۔ اب اس تقریب جلسہ تاج پوشی پر خوب موقعہ نکلا ہے کہ پھر میں یہہ بات پیش کروں۔ اور وہ یہہ ہے کہ جس رعیّت کو اپنی گورنمنٹ کے ساتھ دلی اطاعت کا جوش نہو۔ وہ بدقسمت رعیّت ہے جو نفاق کے ساتھ گزارہ کرتی ہے۔ اور اب ہم نے قریبًا پچاس سال کی مُدّت میں متواتر تجارب سے دیکھہ لیا ہے کہ گورنمنٹ درحقیقت مسلمانوں کے لئے ابر رحمت ہے۔ اس کے سایہ میں ہم امن سے گزارہ کرتے ہیں اسکے سایہ میں اکثر مسلمان نسبتًا اپنی پہلی حالت بے علمی سے بہت کچھہ ترقی کر گئے ہیں اور یہ گورنمنٹ انکی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کی محافظ ہے اور ایسے عمدہ انتظام سے امن قایم کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔ تو پھر کیا اس کے علماء کا فرض نہیں ہے کہ وہ پوری توجہ سے سوچیں کہ کیوں آئے دن اس محسن گورنمنٹ کو سرحدی وحشیوں کی لڑائیوں کے مشکلات پیش آتے ہیں کیا اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ انمیں ایسے بدظن مُلّا موجود ہیں جو ہمیشہ اُنکو یہی سبق دیتے رہتے ہیں۔ کہ

کافروں سے جہاد کرنا دین کا فرض اور بہشت کے حاصل کرنیکی ایک کنجی ہے پس اسبات میں کچھہ بھی شک نہیں کہ جن اسباب سے یہہ فتنہ ہمیشہ اُٹھتا رہتا ہے۔ اُنہیں اسباب سے یہہ فرو بھی ہوگا یعنی علمار کے مقابل پر علمار کی کوشش ضروری ہے۔

پس کیا ہمارے علمار کوئی ایسی تدبیر نہیں کرسکتے کہ اس تدبیر کا اثر ان وحشیوں پر پڑے؟ بیشک کرسکتے ہیں اور اگر زیادہ اثر نہو تو بلا شبہ کسی قدر ضرور اثر ہوگا یہہ گورنمنٹ بے شک باہیبت اور با اقبال ہے اگر چاہے تو ایک کروڑ مفسد اور باغی کی بخوبی سرکوبی کرسکتی ہے۔ لیکن آخر لڑائیوں میں عزیز جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ سو اگر کسی تدبیر سے کام نکلے تو کیوں جانیں ضائع ہوں۔ پس میرے نزدیک تدبیر یہہ ہے کہ ایک کتاب مبسوط مخالفت جہاد میں لکھی جائے جسکا یہہ مطلب ہو کہ بموجب آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اصول انصاف کے اس گورنمنٹ سے ہرگز جہاد درست نہیں کیونکہ وہ دادگستری اور حق پسندی اور رعیت پروری اور بہت سے اپنے منصفانہ اصولوں کے رو سے دین اسلام کی حامی ہے اور علاوہ اس کے مقابلہ کر کے دیکھہ لو کہ ہندوستان کے پہلے بادشاہوں کے زمانہ کی نسبت علمی ترقی اور امن اور آزادی میں گورنمنٹ انگریزی کی رعایا مسلمان آگے بڑھ گئے ہیں بلکہ اگر زیادہ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انگریزی قوانین اسلام کے لئے راستہ صاف کر رہی ہیں۔ ان تمام امور کے لحاظ سے اس محسن گورنمنٹ سے بغاوت یا مقابلہ یا سرکشی سے پیش آنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونا ہے جب ایسی کتاب طیار ہو جائے۔ تو تمام سرآمد علمار کے اسپر دستخط ہو جائیں اور پھر وہ کتاب زبان پشتو اور فارسی اور عربی میں ترجمہ کیجائے اور ایسی کتاب کی چالیس ہزار کاپی چھپوائی جائے اور ملک میں اور سرحدی ممالک میں تقسیم کیجائے اگر ایسا ہو تو میں نے منظور کیا ہے کہ دس ہزار روپیہ تک اسکی چھپوائی کے اخراجات میں خود دیدونگا۔ مگر شرط یہہ ہے کہ محض بیہودہ اور مجمل اور منافقانہ بیان نہ ہو بلکہ ہر ایک پہلو سے مکمل ہو میں اس بات کو خوب جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ وہ بیان کس قوت کے ہوتے ہیں جو دل کی سچائی سے نکلتے ہیں اور وہ بیان کیسے بودے اور کمزور ہوتے ہیں جو محض منافقانہ ہوتے ہیں منافقانہ بیان ایک مردہ بیان ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ ایک پھوڑے کے اندر بہت سی پیپ بھری ہو اور بظاہر دکھائی دیتا ہو کہ وہ زخم مل گیا ہے مگر جو بیان دل سے نکلتا ہے وہ آخر دلوں کو جا پکڑتا ہے میں اس بارے میں ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتا جو گول مول ہوں اور صرف دو چار مختصر ورق ہوں۔ بلکہ چاہیئے کہ بہت مبسوط کتاب ہو

اور اس میں تین قسم کے زبردست دلائل ہوں (۱) اوّل آیات قرآنی سے تمسک ہو (۲) دوسری حدیثوں سے
تمسک ہو (۳) تیسری دلائل عقلیہ سے تمسک ہو اور میں نے سنا ہے کہ بعض والیان ریاست سرحدی نے
جہاد پر زور دینے کے لئے ایک کتاب لکھی ہے اس صورت میں اور بھی واجب ہوا کہ اُس کتاب کا
اثر دور کر دیا جائے اگر گورنمنٹ یہہ عذر پیش کرے کہ ایسی ہدایت گویا ایک جبر کی قسم ہے تو اسکا یہہ جواب
ہے کہ یہہ جبر نہیں ہے جس بات میں لوگوں کی بھلائی اور امن کی ترقی اور عافیت کی امید ہے وہ جبر کیونکر
ہو سکتا ہے ایسے خیالات مسلمانوں کو پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور درندگی کی قوتیں بڑھتی جاتی
ہیں۔ اور اس ملک کے علماء کا کیا حرج ہے کہ ایسی بسوط کتاب تصنیف کر کے اپنے دستخطوں
اور مہروں سے مزین کریں انپر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس تمام خرچ کا میں ہی ذمہ اُٹھاتا ہوں لیکن
جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صفائی اور پوری دیانت سے ایسی کتاب تالیف ہونی چاہئے میں
انکی نسبت کوئی بدظنی نہیں کرتا۔ مگر میرا کانشنس اسبات کو نہیں مانتا کہ جب تک پوری صفائی
اور پورے دل کے جوش سے ایسی کتاب نہ لکھی جائے۔ اور ایسے تمام امور کی جڑھ کاٹ نہ دیجائے جو جہادی
مسائل کیطرف حرکت دیتے ہیں۔ یا کسی آئندہ جہاد کی امید دیتے ہیں۔ تب تک وہ کتاب موثر ہو سکے
اس لئے ہمیں چاہئے کہ اُس جڑھ کو اپنے عقاید کے اندر سے بکلی نکال دیں جس کی زہر کسی وقت پہونچنے
کے لئے طیار ہے۔

میرے خیال میں یہہ دو عقیدے جہاد کی جڑھ ہیں (۱) ایک یہہ کہ جو امید کیجاتی ہے کہ اب عنقریب زمانہ
میں کوئی ایسا مہدی آنیوالا ہے کہ جو جہاد اور اپنی مذہبی لڑائیوں سے زمین کو خون سے پُر کر دیگا (۲) دوسرے
یہہ کہ مہدی کے ہاتھ بٹانے کے لئے کوئی مسیح آسمان سے آنیوالا ہے جس کا کام بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ
وہ بھی سخت دل سپاہیوں کی طرح تلوار سے دین کو پھیلانا چاہے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب ایسی عقیدوں کا
زمانہ گذرتا جاتا ہے اور وہ جو ایسی بحثوں میں سختی سے پیش آتے تھے اب وہ خود بخود سمجھتے جاتے ہیں اور
دل جلد جلد صاف ہوتے جاتے ہیں بعض نادانوں کا پہلے اس سے ان عقیدوں پر بہت غلو تھا اور اب بھی
ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو تہذیب اور انسانیت سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں وہ ان بیہودہ
عقیدوں پر ابتک قائم ہیں۔ اگر یہہ عقیدے قرآن شریف میں مذکور ہوتے تو ایسے عقیدوں والے پر کچھ بھی
افسوس نہ تھا لیکن تعجب تو یہہ ہے کہ ان ہر دو عقیدوں کا قرآن شریف میں نام و نشان نہیں ہاں سوا

فاتحہ اور سورۃ نور اور کئی اور سورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل کے نبیوں کا سلسلہ آخر کو ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جسنے تلوار نہیں اٹھائی اور نہ جہاد کیا اور محض اخلاقی تعلیم کی قوت سے دلوں کو اپنی طرف کہینچا ایسا ہی محمدی سلسلہ میں جب وہی زمانہ آئیگا یعنی جبکہ ہجرت سے چودہویں صدی آئیگی جو اُس زمانہ سے بہت مشابہ ہے ۔ جبکہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوئے تھے ۔ تب حضرت عیسیٰ مسیح کی مانند اس امت میں بھی ایک شخص پیدا ہوگا ۔ جو نہ جہاد کریگا اور نہ تلوار اٹھائے گا اور آرام سے اور صلح کاری سے دلوں کو خدا کی طرف پھیر دے گا ۔ اور قرآن شریف سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئے گا ۔ آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا یہہ پیشگوئی ہے جو قرآن شریف میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ اسلام چودہویں صدی میں اپنی ترقی کا تمام مدار اخلاقی اور عقلی اور اعجازی نمونوں پر رکھے ۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا ہی ہے جو دوسرے لفظوں میں مسیح کا دوبارہ آنا بیان کیا جاتا ہے ۔ اسمیں یہہ جتلانا منظور ہے کہ پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں ایسی مشابہت ہے کہ گویا وہ دونوں ایک ہیں ۔ یہی ایک پیشگوئی ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے ۔ باقی سب باطل اور جھوٹے قصے ہیں جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور مہدی کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے قرآن نے دو مسیح بالمقابل رکھے ہیں ایک مسیح اسرائیلی اور ایک مسیح محمدی اور دونوں کی نسبت بیان ہے کہ وہ محض اخلاقی تعلیم اور آسمانی نشانوں سے دین کو پھیلانے والے ہیں ۔ پہلے اس سے اسرائیلی سلسلہ میں موسیٰ اور یشوعا وغیرہ نبیوں کی لڑائیوں سے یہہ شک کیا گیا تہا کہ شائد مذہب ایسا ہے کہ اس میں بجز تلوار کے اور کچھ نہیں ۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ وہ شک دلوں میں باقی رہے اس لیئے اسنے موسوی سلسلہ کے آخری زمانہ میں یسوع مسیح کو بہیجا تا اپنی اخلاقی تعلیم سے اُس شک کو دور کر دے ۔ اسیطرح محمدی سلسلہ میں بھی جبکہ پہلے زمانہ میں بطور مدافعت کے لڑائیاں ہوئیں تو لوگوں نے بعد میں یہہ اعتراض اسلام پر کیا کہ وہ جبر سے دین کو پھیلاتا رہا ہے ۔ حالانکہ وہ لڑائیاں مخالفوں کے حملوں کی دفع کے لئے تہیں نہ دین کے پھیلانے کیلئے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے صاف فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں ہے ۔ سو چونکہ یہہ اعتراض دلوں میں جم گیا تہا ۔ اور جاہل اور وحشی مسلمانوں نے بھی اپنے بد نمونوں سے اس اعتراض کو قوت دی تھی ۔ اور دینداری کا شعار غازی کہلانا سمجھا گیا تھا اور دین

کے لئے تلوار اٹھانا گویا بہشت کی کنجیاں ٹھہر گئیں تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودہویں صدی میں اسلام پر بھی وہ زمانہ آگیا کہ خدا اس غلطی کو اسلام میں سے نکال دے اسی طرح جیسا کہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد عیسیٰ مسیح کو خدا نے بھیجکر یہودیوں کی غلطی کو نکال دیا۔ سو اصل بات تو صرف اسقدر تھی۔ جسکو بعض نادانوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اسلام کے عقلمند اور پاک دل لوگ اُس حقیقت کو جلد تر سمجھ جائیں گے۔ میں صرف قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ وہ نیک دل انسان جو ڈیڑھ لاکھ کے قریب میری اس ہدایت کو قبول کر چکے ہیں وہ ایک زندہ گواہ میرے اس خیال کے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ہر روز اسلام میں سے غلط عقیدے اُٹھتے جاتے ہیں اور انکے بدلے یہہ پاک سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے۔ میرے اس سلسلہ میں اگرچہ ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو انگریزی خواں اور تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر معزز ہیں مگر ایک گروہ کثیر ان میں علماً کا بھی ہے جیسے اُنکے ساتھ ان مسائل کے سمجھانے میں کوئی دقت اٹھانی نہیں پڑی۔ بلکہ وہ ایسی آسانی سے سمجھ گئے۔ گویا کہ وہ پہلے سے ہی طیار تھے۔ سو میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ اس پاک عقیدے کیلئے قریباً کل دانشمند طیار ہیں اور عقلمند لوگ جہادی مسائل سے اندر ہی اندر بیزار ہو رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت قدیم سے خدا کا منشاء یہی ہے کہ وہ اپنی ضعیف بندوں کو نرمی اور رحم سے سمجھاوے۔ اور درحقیقت سچ یہی ہے کہ تلوار بیں محض زمین کو فتح کرتی ہیں۔ مگر اخلاقی تعلیم جو صرف زبانی باتیں نہوں بلکہ عملی طور پر دکھائی جائے وہ دلوں پر فتحیاب ہوتی ہے۔ اُن لوگوں نے خدا کا بڑا گناہ کیا ہے جنہوں نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو جو افراط تفریط سے پاک اور دُنیا کی ہر ایک تعلیم سے اعلےٰ تھی اپنے وحشیانہ جنگوں اور ظالمانہ خونریزیوں کے نیچے چھپا دیا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں خدا کے منشاء کے برخلاف یہہ کارروائیاں اُن سے ہوئیں اس لئے اُنکو ایسے حملوں میں بجز ناکامی اور ذلت کے اور کچھہ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ شکست اُٹھاتے اور مارے جاتے ہیں۔ لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ اگر ایسا کریں گے تو وہ خدا سے لڑیں گے اور خدا اُن سے لڑیگا کیونکہ اُس کا منشاء یہی ہے کہ دنیا کو یہہ معجزہ دکھاوے کہ نرمی سے اور صلح سے اور اخلاق کے کمال سے اور اعجازی نمونوں سے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ پس جو شخص اُسکے منشاء کے برخلاف دین کے لئے تلوار اُٹھاتا ہے وہ اُس کے معجزہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اُس کی

حکمت کا دشمن ہے اس لئے کبھی اس کے لئے بہتری نہیں ہے اب کے بعد جو لوگ دین کے بہانہ سے تلوار اُٹھائیں گے گو وہ اپنی جہالت یا فریب سے مہدی کہلاویں یا مُلاّ کے نام سے منسوب ہوں وہ بہت ذلیل ہونگے۔ کیونکہ خدا کے قدیم ارادہ کا انہوں نے مقابلہ کیا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو کئی لاکھ انسانوں نے سمجھ لیا ہے۔ اور کروڑہا انسان اس کے سمجھنے کے لئے مستعد ہو رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ مجھے اس قدر مدد دے کہ میری اس تقریر کو اپنی طور پر اخبار میں شائع کردے اور اسمیں لکھدے کہ جو علماء اور عقلاء اور فتوے دینے والے جہاد کے مخالف ہیں اور وہ کتاب مخالفت جہاد پر دستخط کرنیکو طیار ہیں وہ ایک خاص عہدہ دار کے پاس جسکو گورنمنٹ مقرر کرے اپنے عرائض اخیر جون ۱۹۰۳ء تک یا اس مدت تک جو گورنمنٹ مناسب سمجھے بھیجدیں اور انکے منتخب عالم جہاد کی مخالفت کے بارے میں اپنی اپنی جگہ ایک ایک کتاب لکھیں جنمیں سے ایک یہہ راقم بھی ہوگا۔ پھر مناسب ہے کہ اُن تمام کتابوں میں سے جس کتاب کو گورنمنٹ پسند کرے اور پُرزور دیکھے اسپر سب علماء کے دستخط ہو جائیں اور پھر وہ فارسی اور پشتو اور عربی میں ترجمہ ہو کر بلاد اسلامیہ میں شائع کی جائے اور گورنمنٹ خسروانہ مہربانی کر کے ایسی کتابوں کی تالیف کے لئے بذریعہ اپنے اشتہار کے اطلاع دے اور مناسب ہوگا کہ تالیف کتاب کے لئے ایک برس مہلت رکھی جائے تا تکمیل کتاب میں کوئی دقیقہ رہ نجائے۔ یاد رہے کہ وحشی قوموں کو مہذب بنانے کے لئے جو مُلّاؤں کے پنجہ میں ہیں اس سے زیادہ کوئی موزوں تدبیر نہیں ہوگی جو علماء کے فتنہ کا علاج علماء کے ساتھہ ہی کیا جائے۔ اب یہہ زمانہ نیا رنگ پکڑ گیا ہے اور عملی تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہہ طریق جو میں نے بیان کیا ہے بہت موثر ہے پس ہماری گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اس سے پورے طور پر فائدہ اٹھاوے۔ مسلمانوں کے لئے اس بات کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا یہہ بڑا فضل ہے کہ یہہ عادل گورنمنٹ انپر حکمرانی کر رہی ہے۔ اگر یہہ گورنمنٹ اس ملک سے دستکش ہو جائے تو چند روز میں قوموں کی باہم کُشت و خون سے خون بہنے شروع ہو جائیں اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا لیں تب ہاتھہ جوڑ کر پھر اس گورنمنٹ کو اپنے ملک میں لاویں گے۔ انسان کے لئے امن اور عافیت کی زندگی اور عادل سلطنت کے زیر سایہ رہنا بڑی چیز ہے گویا اسے دنیا میں بہشت ہے۔ اور جن حکومتوں کے ماتحت جان و مال ہر دم خطرہ میں ہے وہ اگرچہ مسلمان کہلاویں لیکن اُنکا وجود

آرام دہ نہیں ہے ہم لوگوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم کو ایسے حکام ملے ہیں جو حکومت کی کرسی پر بیٹھکر نہ صرف اپنا ہٹ دھرمی کو طاق پر رکھدیتے ہیں بلکہ جو تقاضا انصاف اور عدالت کا ہے وہی کرتے ہیں مجھے اس بات کے لکھنے سے خوشی ہے کہ میرے پاس اس عمل پر ایک نظیر بطور ثبوت کے ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انگلش افسروں کی کسقدر نیتیں نیک ہیں اور وہ کس قدر عدالت اور انصاف کے دلدادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ چند سال ہوئے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے جنکا نام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہے ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا میرے پر دائر کیا میرا خیال ہے کہ انکا گناہ نہیں تھا بلکہ بعض عیسائیوں نے انکو دھوکہ دیا تھا پھر وہ مقدمہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں جو حال میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر ہیں تحقیقات ہوا۔ صاحب موصوف نے اس مقدمہ پر پوری توجہ سے غور کی اور کئی دنوں کی کوشش کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اور سراسر بہتان ہے تب اسکو خارج کیا اور مجھے پوری صفائی سے بری کیا اس مقدمہ کے دیکھنے والے ہزارہا آدمی تھے جا ہلوں کو یہ خیال تھا کہ ایک مشنری کا مقدمہ اور انگریز کے پاس ہے وہ بہر حال اس مشنری کی رعایت کریگا لیکن جس روز وہ مقدمہ خارج کیا گیا اُس دن لوگوں کے مونہہ سے بے اختیار نکلتا تھا کہ درحقیقت انگریز ایک ایسی قوم ہے کہ جو انصاف کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور میں چونکہ خوب جانتا تھا کہ یہ محض بے اصل اور قابل شرم بہتان تھا اور میرا صرف خدا پر بھروسہ تھا اس لئے اس مقدمہ کے راست راست فیصلہ ہونے پر میرا اعتقاد انگریزی سلطنت کے عدل پسند حکام کی نسبت زیادہ بڑھ گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ انگریز حکام صرف عدل پسند ہی نہیں ہیں بلکہ خدا نے انکو عقل ایسی دی ہے کہ مخفی حقیقت کی تہ تک پہونچ جاتے ہیں۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ جب ایک حاکم کے سامنے ایسا مدعی آوے جو اسکی قوم کا بزرگ اور قابل تعظیم اور جنٹلمین ہو اور مقابل میں میرے جیسا ہو دنیا سے الگ جس پر ایک طرف بباعث فرقہ جدیدہ ہونیکے قوم ناراض ہے اور دوسری طرف ایک فرقہ جدیدہ کا بانی ہونا انتظاماً بھی نگرانی کے لایق ہے پھر پوری پوری عدالت سے کام لیا جاوے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکی نظیر ابھی تک کسی دوسرے فرقہ میں موجود ہے اور نہ میں اسکا قائل ہو سکتا ہوں جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لوں۔ پس جس قوم میں ایسے عدل پسند حکام ہیں جو فیصلہ کے وقت خدا سے ڈرتے ہیں اور عدالت کو ہر ایک تعارف پر مقدم رکھتے ہیں اور اپنی قوم کے بزرگوں کی بھی عدالت میں رعایت نہیں کرتے۔ انکا سچا وفادار نہ ہونا میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُس سے زیادہ کوئی بدبختی اور شقاوت ہے۔ میں نے اس نمونہ کو جو کپتان ڈگلس کی عدالت میں دیکھا ضایع نہیں کیا بلکہ ایک کتاب اسکے نام پر تالیف کر کے شایع کر دی لہور میں چاہتا ہوں کہ صدہا سال تک یہ یادگار نہ

کارروائی میری جماعت کو یاد رہے گی۔

باوا نانک صاحب کا چولا

یہ چولا جسکو سکھ تعظیم کے سبب سے چولا صاحب پکارتے ہیں ڈیرہ نانک (پنجاب) میں ایک خاص مکان میں رکھا ہوا ہے جو صرف اس تبرک کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ ایک سوتی کپڑا ہے اور بعض بعض کنارہ پر کچھ سرخی نما ہے۔

کتاب ساکھی چولا صاحب سے یہ ثابت ہے کہ جب باوا نانک صاحب کا انتقال ہوا تو یہ چولا انگد صاحب کو جو پہلے جانشین باوا صاحب کے تھے ملا جسکو اونہوں نے گدی پر بیٹھنے کے وقت سر پر باندھا اور ہمیشہ بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ چنانچہ پانچویں گرو ارجن داس صاحب کے وقت تک ہر ایک گرو اپنی گدی نشینی کے وقت اسکو مبارک سمجھکر سر پر رکھتا رہا اور انہیں ایک فرض کیطرح یہ عادت تھی کہ بڑے بڑے درباروں میں اور عظیم الشان مہموں کے وقت یہ چولا سر پر رکھتے اور اس سے برکت ڈھونڈتے۔ ایک دفعہ ارجن داس صاحب کیوقت میں امرتسر کا تالاب بن رہا تھا اور بہت اخلاص مند سکھ اُسکے کھودنے میں مصروف تھے تو ایک شخص طوطا رام جو زمین کھودنے میں لگا ہوا تھا اور جنداس صاحب سے بہت ہی اعتقاد رکھتا تھا اُسکے اخلاص کو ارجنداس صاحب نے دیکھکر اُسے کہا کہ میں تجھ سے خوش ہوں اسوقت جو کچھ تو نے مجھ سے مانگنا ہے مانگ اُس نے کہا کہ مجھے سکھی ان دو یعنی ایسی چیز دو جس سے مجھے دین کی ہدایت ہو تب ارجن صاحب سمجھ گئے کہ یہ چولا مانگتا ہے کیونکہ سچے دین کی ہدائتیں اسی میں موجود ہیں تو اُنہوں نے کہا کہ تو نے تو ہمارے گھر کی پونجی ہی مانگ لی پھر سر سے اُتار کر اُسکو چولا دیدیا کہ اگر ہدایت چاہتا ہے تو سب ہدائتیں اسی میں ہیں لیکن پھر وہی چولا ایک مدت کے بعد کابلی مل کو جو باوا نانک صاحب کی اولاد میں سے تہا ملگیا اور اب تک بمقام ڈیرہ نانک ضلع گورداسپورہ پنجاب اُنہیں کی اولاد کے پاس موجود ہے۔

یہ چولا نانک صاحب کو کہاں سے اور کیونکر ملا اس کی اصلیت سکھوں کی ایک روایت میں اس طرح پر بیان کیگئی ہے یہ روایت بالا کی جنم ساکھی میں جو انگد ساکھی کے نام سے مشہور ہے یوں آئی ہے۔

"عرب کے بادشاہ کے ساتھ جو قصہ گذرا"

ترجمہ۔ ایک ملنہ میں مردانہ نے گوروجی کے سامنے ادب سے عرض کی۔ اے سچے بادشاہ عرب کا ملک کیسا ہے

سری گوروجی نے کہا مردانہ تو دیکھنا چاہتا ہے تو تجھے دکھلائیں گے تب پھر گوروجی نے مجھے فرمایا کہو ل
بھئی مردانہ کیا مرضی ہے میں نے عرض کی جو آپ کی رضا ہو تب سری نانک صاحب وہاں سے چلکر عرب کے
ملک میں پہونچے اُس ملک کے بادشاہ کا نام لاجورد مشہور تھا اور بہت ظلم کرتا تھا رعیت بڑی تنگ تھی اور
جو کوئی ہندوستان سے اُس ملک میں جاتا اُسکو قتل کروایا کرتا تھا اس ملک میں بھی ہوم پوجا رہی تھی جب تمام
لوگ بہت تنگ ہوئے تو پرمیشر کے آگے عاجزی سے دعا کی تو اُنکی عاجزی کی دعا بارگاہ میں قبول ہوئی تب
خدا کی بارگاہ سے بابے نانک جی کو آسمانی ندا ہوئی اے نانک میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور ایک خلعت
تجھکو عطا ہوتا ہے تب گوروجی نے عرض کیا کہ اے وحدہٗ لاشریک جو تیری رضا ہو تب گوروجی نے مراقب
ہو کر خداتعالیٰ کا شکریہ ادا کیا تب ایک خلعت مرحمت ہوا اور اُس خلعت پر قدرت کے حرف عربی ترکی فارسی
ہندی سنسکرت میں لکھے ہوئے پانچوں قسم کے موجود تھے تب سر گوروجی وہ خلعت پہن کر اُس شہر کے دروازہ
کے باہر جا بیٹھے سات دن گذرنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک ایسا درویش بیٹھا ہے کہ جس کی
خلعت پر قدرتی قرآن کے تیس سیپارے لکھے ہوئے ہیں جب اُن لوگوں نے غور سے دیکھا تو بادشاہ
کو خبردی کہ اے بادشاہ ہمارے شہر کے باہر ایک درویش ایسا بیٹھا ہے کہ جسکے گلے میں ایک خلعت ہے اُس
خلعت پر تیس سپارے قرآن کے لکھے ہوئے ہیں تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اس درویش کے جسم سے
وہ خلعت اُتار لاؤ۔ تب وزیر نے جاکر کہا کہ اے درویش یہ خلعت اُتار کر ہمیں دے کہ ہمارا بادشاہ طلب
کرتا ہے بادشاہ کی عدول حکمی نہیں چاہیے۔ ورنہ آپکو سزا دیگا تب یہ بات سنکر سری بابے جی نے کہا کہ اگر تمہارے
تم سے اُتر سکتا ہے تو اُتار لو جب سری بابے جی نے یہ فرمایا تو جسقدر لوگ وزیر کے ساتھ تھے سب کے سب
سری بابے جی کی طرف دوڑے لیکن وہ قدرتی خلعت اور قدرتی کپڑا اور قدرتی پہنایا ہوا۔ وحدہٗ لاشریک
کا عطیہ اُن جھوٹے لوگوں سے کیونکر اُتر سکتا تھا بہت کچھ جتن کیا نہ کھینچنے سے اُترا نہ پھاڑنے سے پھٹکر
اُترا تو سب لوگ حیران رہ گئے" اُس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے مختلف طریقوں سے کوشش کی
کہ چولہ کو باوا صاحب کے گلے سے اُتارے مگر وہ ایسا نہ کرسکا۔ کیونکہ چولا خدا کی طرف سے نانک صاحب
کو ملا ہوا تھا۔

بعض تفصیلات کو چھوڑ کر اس روایت کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی یہ امر کہ یہ چولا آسمان
سے اُترا تھا اور خدا نے اُسکو اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اسکو ناقابل اعتبار ٹھہراتا ہے کیونکہ خداتعالیٰ کی قدرتیں

بے انتہا ہیں اور اُنکی کسی نے حد بست نہیں کی۔ کون انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں صرف اتنی ہی ہیں اور اس سے آگے نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوا صاحب کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہو گئی ہوں اور اذن ربی سے لکھی گئی ہوں۔ لہذا بموجب آیات ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ وہ فعل خدا یتعالیٰ کا فعل سمجھا گیا ہو کیونکہ قرآن شریف آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر ایک باقی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے۔ دین اسلام درحقیقت سچا ہے اور اسکی تائید میں خدا یتعالیٰ بڑے بڑے نشان دکھلاتا ہے جو شخص خدا یتعالیٰ کو ڈھونڈتا ہے اور سرگرمی اور اخلاص سے اسکی راہ میں قدم اُٹھاتا ہے وہ اپنا خوبصورت چہرہ اُسکو دکھاتا ہے۔ اور اُسکے چہرہ کا نظر آنا یہی ہے کہ خدا یتعالیٰ کے عجیب در عجیب کام اور نشان اُسکو دکھائے جاتے ہیں۔ نانک اس تلاش میں نکلا اور حق کی طلب میں ایک پرند کی طرح ملک بملک پرواز کرتا پھرا اور اپنی عمر کو اس راہ میں وقف کر دیا۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے اس کا صدق دیکھکر اسکو ضایع نہ کیا بلکہ وہ چولا اسکو عطا کیا جسپر تمام قدرت کے نقوش ہیں تا کہ اس کا اسلام پر یقین بڑھ جائے اور وہ سمجھ جائے کہ بجز لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے اور کوئی سبیل نجات نہیں سو اُس نے اس چولہ کو اسی غرض سے پہنا کہ تا اس چولے کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دے اور تمام دنیا کو اپنے اسلام پر گواہ کردے۔

یہ تو چولا کی وہ تاریخ ہے جو جنم ساکھیوں میں درج ہوئی ہے اور اس جگہ سے یہ بھی پتہ ملتا تھا کہ چولا پر پانچ مختلف زبانوں کے حروف ہیں لیکن کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ وہ لفظ کیا ہیں۔ چونکہ چولہ کی ابتدا سے ہی بہت شہرت تھی اور اسکو بہت متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ اسلئے ابتدا سے ہی اسپر غلاف چڑھنے شروع ہو گئے اور بڑے بڑے راجہ اور رئیس اسپر نہایت بیش قیمت غلاف بطور نذر کے چڑھاتے رہے یہانتک کہ کئی سو غلاف ہو جانے کے سبب آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ چولا کے اصل الفاظ کو کوئی شخص نہ دیکھ سکتا تھا۔ اسیوجہ سے بہت مدت سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ چولا کی زیارت کرنیوالوں کو صرف اس کا ایک چھوٹا سا کونہ دکھایا جاتا ہے اور باقی سارا اسی طرح چھپا رہتا ہے۔ جو حصہ دکھایا جاتا ہے اسکے حروف بہ سبب بار بار ہاتھوں کے نیچے آنیکے صاف نہیں پڑھے جاتے اس طرح وہ الفاظ جو چولہ پر لکھے ہوئے تھے اور جنکے متعلق معتبر روایت یہ چلی آتی تھی کہ وہ قدرت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں بالکل ایک راز کی صورت میں ہو گئے اور عام طور پر یہ خیال مشہور ہو گیا کہ تمام مذاہب کی مقدس کتابوں کی آئتیں چولہ پر لکھی ہوئی ہیں۔ اس راز کو کھولنے کے لئے ۳۰۔ ستمبر ۱۸۹۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مع اپنے رفقا کے

سفر اختیار کیا اور اس سفر میں خدا تعالے نے امید سے بڑھکر کامیابی دی۔ محافظین چولہ کے ساتھ خاص انتظام کے سبب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چولہ کے دیکھنے کا وہ موقعہ ملا جو اس سے پہلے کبھی کسی کو نہ ملا تھا۔ اور چولہ کے ان الفاظ پر اطلاع ہو گئی جو بہت مدت سے کسی نے نہ دیکھے تھے پردے اٹھاتے اٹھاتے ایک جگہ یہ نکل آیا **اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ**۔ پھر شیخ رحمت اللہ صاحب نے اتفاقاً دیکھا کہ چولا کے اندر کچھ گرد و غبار سا پڑا ہے انہوں نے تب بڈھے کو کہا کہ چولہ کو اس گرد سے صاف کر دینا چاہئے لاؤ ہم ہی صاف کر دیتے ہیں یہ کہکر باقی تہیں اٹھا دیں اور ثابت ہو گیا کہ تمام قرآن ہی لکھا ہے اور کچھ سورہ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اور کسی جگہ سورہ اخلاص اور کسی جگہ قرآن شریف کی یہ تعریف تھی کہ **قرآن خدا کا پاک کلام ہے اسکو ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگاویں** معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا ایسا سینہ کھول دیا تھا کہ اللہ اور رسول کے عاشق زار ہو گئے تھے۔ غرض باوا صاحب کے اس چولا سے نہایت قوی روشنی اسبات پر پڑتی ہے کہ وہ دین اسلام پر نہایت ہی فدا ہو گئے تھے اور وہ اس چولہ کو اسی غرض سے بطور وصیت چھوڑ گئے تھے کہ تا سب لوگ اور آنیوالی نسلیں انکی اندرونی حالت پر زندہ گواہ ہوں اور ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ بعض مفتری لوگوں نے یہ کیسا جھوٹھ بنا لیا کہ چولے پر سنسکرت اور شاستری لفظ اور زبور کی آئتیں بھی لکھی ہیں یاد رہے کہ یہ بالکل جھوٹ اور سخت مکروہ افترا پردازی ہے اور کسی شریر انسان کا کام ہے نہ پہلے مانس کا سنسکرت کا ایک حرف تک نہیں بلکہ تمام چولا پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو صرف ہندسوں میں لکھا ہے مگر زبور اور سنسکرت کا نام و نشان نہیں ہر ایک جگہ قرآن شریف اور اسمار الٰہی لکھے ہیں جو قرآن شریف میں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ صرف اس لئے بنایا گیا کہ تا لوگ یہ سمجھ جاویں کہ چولا صاحب پر جیسا کہ قرآن شریف لکھا ہے وید بھی لکھا ہوا ہے مگر ہم بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ باوا صاحب تو چولہ میں صاف صاف گواہی دیتے ہیں کہ بجز دین اسلام کے تمام دین جھوٹے اور باطل اور گندے ہیں۔

یہ خیال کہ چولہ پر آیات قرآنی کا لکھے ہوئے ہونا محض ایک اتفاقی امر ہے واقعات کے رو سے باطل اور لغو ٹھہرتا ہے۔ چولہ پر آیات قرآنی لکھکر اسکو پہنے پھرنا صاف اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اس سے باوا نانک صاحب کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ تمام لوگ انکے اسلام پر اطلاع

پالیں صرف مونہہ سے کلمہ شہادت پڑہنے سے تو سننے والے ہی انکو مسلمان سمجھ سکتے تھے لیکن چولہ پر
وہی کلمہ لکھکر پہننے سے جہاں کہیں جاتے ہوں گے فی الفور مسلمان پہچان لیے جاتے ہونگے۔ علاوہ
اسکے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ چولہ پر آیات وہ درج ہیں جنہیں مذہب اسلام کی صداقت اور تمام دیگر مذاہب
کا بطلان ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں ہندوں کے مکانوں پر باوا نانک صاحب جاتے تو ہندو
لوگ انکے جانے کے بعد اسکو گوبر و عجزہ سے اپنے نزدیک پاک کر لیتے تھے۔ خدا کی طرف سے اس چولہ کا
دیا جانا بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ یہ چولہ باوا صاحب خاص غرض کے لیے پہنا کرتے تھے۔ ورنہ ایک
ہندو کیونکر ایسے چولہ کو پہن سکتا ہے جسپر قرآنی آیات اور اُس کے اپنے مذہب کی تردید لکھی ہوئی ہو
بلکہ نانک صاحب نے تو اپنی حالت کا اظہار بھی چولہ کے اُن الفاظ میں کردیا تھا لا الہ الا انت سبحانک
انی کنت من الظالمین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو مذہب کو قطعی طور پر چھوڑ
چکے تھے علاوہ ازیں چولہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے یقینی طور پر نانک صاحب کے مذہب کا پتہ لگ سکتا
ہے۔ اور باقی باتیں بہت تغیر و تبدل ہو کر ہم تک پہونچی ہیں۔ حالانکہ چولہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی
بلکہ یقینی طور پر یہ وہی چولا ہے جو باوا صاحب نے پہنا ہوا تھا۔

غرض اسبات کے ثبوت کے لیے کہ چولہ درحقیقت نانک صاحب کیطرف سے ہی ہے یہ وجوہ کافی
اور شافی اور تسلی بخش ہیں کہ اسی چولا کا ذکر انگد اور بالا کی اس جنم ساکھی میں مذکور ہے جو اُسی زمانہ میں
تالیف ہوئی۔ پھر دوسرا ثبوت وہ کتاب ہے جو کابلی مل کی اولاد کے ہاتھ میں ہے جس کا نام چولا ساکھی ہے جسمیں
لکھا ہے کہ یہ چولہ نانک صاحب کو خدا تعالیٰ کیطرف سے ملا تھا اور جتنے گرو بعد میں ہوئے ہیں سب کا
اس چولا سے برکت ڈھونڈنا اس میں مذکور ہے یہ دوسرا ثبوت اسبات پر ہے کہ چولا خود نانک صاحب کا
ہی تھا جس کی نسبت ابتدا سے یقین کیا گیا تھا کہ اس میں بہت سی برکتیں ہیں اور خدا تعالیٰ کی
طرف سے ہے۔ تیسرا ثبوت یہ ہے کہ چولہ کی تعظیم و تکریم برابر چار سو برس سے چلی آتی ہے پس یہ
عملی حالت جو ہر ایک زمانہ میں ثابت ہوتی چلی آئی ہے جس کے ساتھ پرانے زمانہ سے میلے اور چلے
بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور راجوں اور امیروں کا اُسپر دوشالے چڑھانا ثابت ہوتا چلا آیا ہے یہ
ثبوت بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔

اب ایک اور ضروری سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ آیا چولہ کی اس حقیقت کا کھلنا محض ایک اتفاقی

امر ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ اتفاقی امر نہیں بلکہ عین خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اپنے وقت پر اس امر کا اظہار ہوا اور اُسکے قدیم ارادہ کے موافق یہ سب کچھ ظہور میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کی قرآن کریم نے دو غرضیں قرار دی ہیں اول تکمیل ہدایت اور دوم تکمیل اشاعت ہدایت۔ چنانچہ ان ہر دو اغراض کے متعلق قرآن شریف میں دو الگ الگ آیتیں موجود ہیں چنانچہ ایک جگہ تو فرمایا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور دوسری جگہ فرمایا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اُنمیں جو دو مقصد بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں اُنکی تکمیل کا وقت بھی الگ الگ کہا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ تو فرمایا کہ میں نے تمہارا دین آج کے دن کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور اسی طرح ماضی کے صیغہ میں اسکو بیان کر کے یہ بتلا دیا کہ تکمیل ہدایت تو ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اول آپکی اُسی زندگی میں پوری ہو گئی۔ لیکن دوسری غرض کی تکمیل کے متعلق بیان کرتے وقت آئندہ زمانہ کا حوالہ دیا گیا ہے چنانچہ اس آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس مقصد کی تکمیل مسیح موعود کے وقت میں ہوگی یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ بھی غرض بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر اس کی تکمیل کا وقت آنحضرت کی آمد اول میں نہیں بلکہ آمد ثانی میں ہوگا۔ اسطرح ہر دونوں اغراض کے متعلق آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غرض اول یعنی تکمیل ہدایت تو ہو چکی مگر تکمیل اشاعت ہدایت ابھی باقی تھی اور اسکے متعلق خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ وہ آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی آمد ثانی میں پوری ہو۔ اسی آمد ثانی کیطرف قرآن شریف کے دیگر مقامات میں بھی اشارہ ہے چنانچہ آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ الخ کا بھی یہی منشاء ہے۔ مگر اس آمد ثانی کے معنے آنحضرتؐ نے خود بتا دئے ہیں کہ مسیح موعود کی آمد ہوگی۔ یعنی ایسے شخص کی آمد جو آپکے اتباع کمال اور پاک محبت تامہ میں فنا ہونے کی وجہ سے گویا آپ ہی کا مظہر ہوگا۔ اس لئے یہ پہلے سے مقدر تھا کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا آدمی پیدا ہو جو تکمیل اشاعت ہدایت کی غرض کو پورا کرے یعنے تمام مذاہب کا بطلان ثابت کرے اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ظاہر کرے۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے خدا تعالےٰ نے وہ تمام اسباب و ذرائع پیدا کر دئیے ہیں جنکے ذریعہ یہ غرض پوری ہو سکتی ہے۔

اس غرض کی تکمیل کے لئے عین اسوقت پر جو پیشگوئیوں کے حساب سے ہوتا ہے مسیح موعود عین انتظار کی حالت میں ظاہر ہوتا ہے تاکہ مذاہب باطلہ کی غلطیاں اور اسلام کی صداقت ظاہر کرے۔ اسی وعدہ کے پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ سے عین وقت پر چولے کی حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ جس طرح پر مسیح کی قبر کے دریافت ہونے سے عیسائی مذہب کے شہتیر کفارہ اور دوبارہ جی اُٹھنا یکدفعہ ٹوٹ کر گر گئے ہیں۔ اسیطرح چولہ کی حقیقت کھلنے سے سکھ مذہب کا یہ غلط خیال کہ باوا نانک صاحب سوائے اسلام کے کسی اور مذہب کو بھی ٹھیک سمجھتے تھے جڑھ سے اُکھڑ گیا ہے۔ یہ بجائے خود ایک بڑا معجزہ ہے کہ باوجودیکہ چولا ایسے شخصوں کے ہاتھ میں رہا جنکو اللہ اور رسول پر ایمان نہ تھا۔ اور ایسی سلطنت کا زمانہ اسپر آیا جس میں تعصب اسقدر بڑھ گئے تھے کہ بانگ دینے پر بھی خون کئے جاتے تھے۔ وہ ضایع نہیں ہوا اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اسپر نہ ہوتا تو انقلابوں کے وقت کب کا نابود ہوجاتا۔ مقدر تھا کہ وہ اس زمانہ تک رہتا اور اُسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اسلام کی سچائی ظاہر ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے چاہا کہ ایک وقت تک یہ امر پوشیدہ رہے اور سکھوں کی جہالت اور بھی اوسکی موید ہوگئی اور پھر اپنے وقت پر اسکی اصل حقیقت کا اظہار ہو۔ اور اس اظہار کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت کا اظہار ہو اور اشاعت ہدایت کی وقت مقرر پر تکمیل ہو۔ غرض جس طرح چولہ خدا کی طرف سے آیا تھا اور خدا کے ہاتھ سے اسپر الفاظ لکھے گئے تھے اسی پر حکمت و مصلحت الہی کا ہی یہ تقاضا تھا کہ اُسکے الفاظ ایک وقت تک پوشیدہ رہکر عین وقت پر پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوں۔ اور اسلام کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ٹھیریں باوا نانک صاحب کا چولا اور حضرت مسیح کی قبر اسلام کی سچائی پر دو عظیم الشان گواہ ہیں اور اسوقت پر انکا ظاہر ہونا حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ویسے ہی بڑے نشان ہیں۔

نوٹ اور ریویو

ایپی فینی - ذنب و استغفار کے معنوں پر جو اس سلسلے کے کسی نمبر میں بیان کئے گئے تھے عیسائیوں کے اس پرچہ میں دیر سے بحث چھڑی ہوئی ہے۔ بڑی بات ان الفاظ کے معانی کے متعلق جو یاد رکھنے کے لائق ہے یہ ہے کہ قرآن کریم کی ان اصطلاحوں کے معانی کا فیصلہ صرف قرآن کریم سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو باریک فرق ذنب جرم وغیرہ مختلف الفاظ کے معانی میں قرآن کریم نے مدنظر رکھے ہیں بسبب اسکے کہ نزول قرآن سے پہلے اس قسم کی اصطلاحیں ہی نہ تھیں انکا قرآن کریم سے پہلے کہیں پتہ لگانا عبث کوشش ہے بلکہ ہمکو یہ دیکھنا چاہئے کہ قرآن شریف نے کیونکر ان الفاظ کو استعمال کیا ہے اور انکے معانی میں کیا فرق رکھا ہے۔ چنانچہ ہمنے بہت وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ ہر ایک مذنب کے لئے سزا کا وعید نہیں ہے اور پھر یہ لکھا تھا کہ ہر مجرم کے لئے سزا کا وعید ہے اور پھر یہ بیان کیا تھا کہ کسی نبی کے حق میں جرم کا لفظ بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ انبیاء کیلئے صرف ذنب کا لفظ بولا گیا ہے اب ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اس میں کیا سر ہے کہ قرآن شریف انبیاء کے لئے وہ لفظ استعمال کرتا ہے جسکے متعلق سزا کا وعید نہیں۔ وہ لفظ استعمال نہیں کرتا جسکے لئے سزا کا وعید ہے کیا اس سے یہ صاف نہیں پایا جاتا کہ قرآن کریم انبیاء کو کسی ایسے فعل کا مرتکب نہیں ٹھہراتا جسپر سزا کا وعید ہو۔ یا بالفاظ دیگر انکو گناہ کا مرتکب نہیں ٹھہراتا کیونکہ گناہ ایسے فعل کا نام ہے جس میں خدا کی نافرمانی ہوا اور جسپر سزا عائد ہوتی ہو۔ اس طرح پر انبیاء کی عصمت کا مسئلہ صاف طے ہو جاتا ہے۔ مگر عیسائی نامہ نگار جو ایپی فینی میں لکھتے ہیں وہ ان امور تنقیح طلب کو جو ہم نے ذنب کے معنوں کا فیصلہ کرنے کے لئے اوپر بیان کئے ہیں عموماً چھوڑ کر ایسا پہلو گریز کا اختیار کرتے ہیں جس میں ان سوالوں کا سامنا نہ ہو۔ ہاں بعض نے اسطرف توجہ کی ہے مگر انہوں نے ایسے لغو جواب دئے ہیں کہ انکے اعتراضوں پر مفصل بحث کرنیکی کچھ ضرورت نہیں چنانچہ پہلے امر کہ ذنب پر سزا کا وعید نہیں چند ایسی آیتیں پیش کی جاتی ہے جن میں یہ بیان ہے کہ خدا تعالی نے بعض قوموں کو یا لوگوں کو ان کے ذنب کے لئے سزا دی لیکن اگر ان مضمون نویسوں نے عمداً یہ دھوکا نہیں دینا چاہا تو ہمیں ان کی عقل پر افسوس ہے۔ کیا اس بیان سے کہ کسی ایک آدمی کو اسکے ذنب کے لئے سزا دی گئی کوئی عقلمند یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ہر ایک مذنب کیلئے سزا کا وعید ہے۔ یہ جھوٹا منطق ہے کسی ایک آدمی کو سزا دئے جانے سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا کہ ہر ایک ذنب پر سزا کا

وعید ہے۔ دوسرے اور تیسرے امر کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ جرم کا لفظ قرآن شریف میں کسی کے حق میں بھی نہیں بولا گیا۔ یہ پادری صاحبان کے عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ ایسا پوچ اعتراض کیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کسی شخص کو گنہ گار کہنے سے لفظ گناہ اسکے حق میں بولا جاتا ہے یا نہیں۔ پھر مجرم کہنے سے کیوں جرم کا لفظ ایسے شخص کے حق میں عاید نہ ہوگا۔ اب یہی لفظ مجرم بار بار قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے اور انبیاء کے حق میں کبھی نہیں بولا گیا۔ اسی طرح پر الفاظ اجرام۔ اجرموا۔ تجرمون جن سب کے معنے جرم کرنے کے ہیں بار بار قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن ایک موقعہ پر بھی انبیاء کے حق میں انمیں سے کوئی لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔

عیسائی پرچہ کے بعض نامہ نگاروں نے یہ پہلو بحث کا اختیار کیا ہے کہ تفسیروں میں سے بعض حوالے نکال کر پیش کئے ہیں جہاں بعض انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے مگر قرآن کریم پر بحث نکرتی اور تفسیروں کے حوالے دینے نہایت قابل افسوس امر ہے۔ بحث کے لئے تو ضروری ہے کہ قرآن شریف کو ہی پیش کیا جائے کیا بائیبل کی تفسیروں میں جو جو لغو باتیں بھری پڑی ہیں ان سب کو عیسائی تسلیم کرتے ہیں اگر نہیں تو پھر اپنے مخالفین سے کیوں ایسا مطالبہ کرتے ہیں جسکی جوابدہی کیلئے وہ خود تیار نہیں باقی رہا انبیاء کے وہ افعال جو عیسائی صاحبان کے نزدیک قابل اعتراض ہیں سو انکا فیصلہ اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰ کے جو اس قسم کے افعال ہیں انکا جواب دیا جاوے جبتک انکا کوئی شافی وکافی جواب نہ دیا جاوے گا تب تک ایسا اعتراض شرم کی جگہ ہے۔ کیا حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ انجیلوں میں نہیں لکھا کہ وہ شراب پیتے تھے۔ شراب بناتے تھے (خواہ معجزہ سے ہی سہی) وعدہ کا ایفا نہ کیا۔ والدین کی بے ادبی کی خدائی کا دعوی کیا کنجری سے حرام کا تیل ملوایا۔ بدچال چلن کسبیوں سے ملتے جلتے تھے۔ جو چیز شرعاً ممنوع تھی اور دوسرے کا مال تھا وہ اپنے حواریوں کو کھلائی۔ ایک غریب آدمی کے مال کو تباہ کیا۔ اپنے بزرگوں کو گالیاں نکالیں اور ایسا ہی اور بہت سے افعال کے مرتکب ہوئے جو اُن کی معصومیت کو غلط ٹھہراتے ہیں اور پھر ساتھ اسکے اس امر کو بھی مد نظر رکھ لیں کہ اور نبیوں کی نسبت تو کہیں نہیں لیکن یسوع کے متعلق انجیل میں یہ لکھا کہ خدا تعالیٰ نے اسے چھوڑ دیا اور اسپر لعنت پڑی اور وہ دوزخ میں گیا اس کا سبب بھی بیان کرنا چاہیئے کہ اگر یسوع بے گناہ تھا تو خدا نے اُسے کیوں چھوڑا

اور اسپر لعنت کیوں کی اور دوزخ میں کیوں گیا۔

بینر آف اسلام

یہ ایک نئے ہفتہ وار پرچہ کا نام ہے جسکے ایڈیٹر حامد سنو صاحب ہیں اور جس کا پہلا پرچہ ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو شایع ہوا ہے اس پرچہ کی پالیسی اسکے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ باہمی جو فرقوں کے اختلاف ہیں اُن کو چھوڑ کر اسلام کے روح کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے اور اس کا مدعا یہ ہے کہ تمام فرقوں کو امیر المومنین کے ماتحت اکٹھا کیا جاوے۔ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ یہ غرض کسطرح سے حاصل ہوگی مگر پہلے دو نمبروں کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کا بڑا مضمون علاج بذریعہ توجہ ہوگا جو عام طور پر رایج ہے۔ اسلام کے متعلق اس پرچہ میں بعض ایسے بیان ہیں جو ہماری سمجھ میں قابل اعتراض ہیں اور اس قسم کے بیانوں سے بجاے اسلام کو نفع پہونچنے کے نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔ چنانچہ پہلے ہی پرچہ میں لکھا ہے۔ ہم اس تعلق کو جو ابتدائی عیسویت اور اسلام میں ہے دلی یقین سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس تعلق کی نہایت عمدہ مثال یہ ہے کہ نماز عشا پانچویں اولوالعزم نبی عیسیٰ کی یادگار میں ہے اور خود اسلام لفظ عیسیٰ اسلام سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں عیسیٰ روح اللہ کی سلامتی۔ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ ایک ایسے پرچہ میں جو مسلمان کہلانے کا دعوے دار ہو اس قسم کے بیانات شایع ہوں مگر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ عربی زبان سے ناواقفیت ہے اور عمداً یہ قابل اعتراض بیان شایع نہیں کیا گیا جس شخص کو ذرا بھی عربی زبان سے مس ہے وہ اسبات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ عیسیٰ اور عشا کو کوئی باہمی تعلق نہیں کیونکہ یہ لفظ حضرت عیسیٰ کی پیدایش سے ہزارہا سال پہلے کا چلا آتا ہے۔ اور اسکے معنے رات کا پہلا حصہ ہیں اور اسی واسطے اسلامی شریعت میں رات کی نماز کے معنوں میں آیا ہے۔ ایسا ہی

اسلام سلم سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں اطاعت کرنا۔ اسکو عیسٰی سلام کے ساتھ ملاتا جو
عربی ترکیب نہیں ہے بالکل بیہودہ بات ہے اسلامی شریعت میں اسلام کے معنے ہیں اس
طرح پر اپنے آپ کو خدا ے تعالےٰ کی رضا کے سپرد کر دینا کہ اپنی ساری خواہشیں اسی کے ماتحت
کر دیجائیں۔ اور ہر ایک قول و فعل اسی کی رضا کے مطابق ہو۔ قرآن کریم میں تمام انبیا
کا مذہب اسلام بیان کیا گیا ہے اور عیسٰی کے وجود سے ہزارہا سال پہلے سے چلا آتا ہے۔
ہم امید کرتے ہیں کہ بینر آف اسلام اپنے اُن بیانات کی بہت جلدی تردید شایع کرے گا۔
ایسا ہی ایک اور بیان قابل اصلاح یہ ہے "نسطوری فرقہ اور نسطوری راہب بحیرہ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب ہو گئے جو خود ایک ناصری تھے" اس قسم کے بیانات
سخت مضر ہیں اسکے علاوہ اس پرچہ کے ایڈیٹر نے لفظ روح اللہ پر بھی ٹھوکر کھائی
ان الفاظ کا منشا سوا ے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کریم روحوں کے دو قسم بیان کرتا ہے
ایک وہ روح جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ روح جو شیطان کی طرف سے ہیں
یعنے جن کو شیطان سے تعلق ہوتا ہے۔ حضرت عیسٰی کو خدائی روح بیان کرنے کی غرض
صرف اس کے شیطانی روح ہونے کی نفی کرنے کی تھی کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسٰی اور
اُنکی والدہ پر سخت بہتان باندھے تھے اور صدیقہ کی پاک دامنی پر تہمتیں لگائی تھیں۔ اُنکی
تردید کے لئے قرآن شریف نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسٰی خدائی روح ہیں چونکہ
دوسرے انبیا پر ایسے اعتراض نہیں ہوئے۔ اس لئے اُن کے حق میں ایسے لفظ نہیں
بولے گئے۔

عیسویت کی روحانی موت:۔ اس کو اب تمام عیسائی تسلیم
کرتے ہیں حال میں بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ واقعی
عیسائی مذہب روحانی زندگی سے خالی ہے بڑے بڑے عیسائی مورخین نے اور کلیسیا
کے بڑے بڑے عہدہ داروں نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ شراب خوری قماربازی
اور زنا جیسے عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں دنیا کی کسی قوم میں نہیں پائے جاتے۔ مدراس
کا اخبار کرسچین پیٹریٹ اپنے اخبار مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء میں پادری جی ڈاکر صاحب

ایم۔ اے سے نقل کر کے لکھتا ہے۔

"مَیں نے ایسے ایسے تامل اور دوسرے پادری دیکھے ہیں جو اسبات کے کہنے پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ مذہب کی سچی تبدیلی بالکل شاذ و نادر اور بہت عرصہ کے بعد وقوع میں آتی ہے۔ اور پھر انہیں لوگوں کو جب علیحدہ طور پر پوچھا جائے تو اقرار کرتے ہیں کہ اُنکے ماتحت جو جماعتیں ہیں وہ روحانی طور پر مردہ اور نفسانی خواہشوں کے پیرو اور دنیا میں غرق ہیں.......... جہانتک میری سمجھ ہے اس بات پر سب اتفاق ہے کہ معاملات کی حالت بالکل اطمینان بخش نہیں ہے میں نے ایک دفعہ ایک مشہور ہندوستانی پادری سے سوال کیا کہ ان بیس یا تیس جماعتوں میں سے جو اسکے ماتحت ہیں کس قدر آدمی ایسے ہیں جنکی نسبت وہ کہہ سکتا ہے کہ اُنمیں روحانی زندگی ہے۔ وہ چُپ ہو گیا اور تھوڑی دیر تامل کر کے کہنے لگا کہ دو یا تین سے زیادہ نہیں۔ اور یقینی طور پر صرف ایک آدمی کی نسبت کہہ سکتا ہوں... کیا یہ درست نہیں کہ جو عیسائی ہمارے نقشوں میں پیش کئے جاتے ہیں وہ صرف نام کے عیسائی ہیں اور کیا یہ ٹھیک نہیں کہ ہماری جماعتیں اکثر مردہ اور بے روح اور ساکن ہیں"

یہ لفظ جو ایک بڑے پادری صاحب نے لکھے ہیں عیسائی مذہب کی روحانی موت کا افسوسناک نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں عیسائی اسبات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جو نشان ایمانداروں کے ان کی انجیل میں لکھے ہیں وہ اس موجودہ زمانہ میں انکے درمیان نہیں پائے جاتے یہ تمام امور اس پر شاہد ہیں کہ واقعی عیسائی مذہب مر چکا ہے اور اب اس میں روحانیت باقی نہیں رہی لیکن اس کی وجہ کیا ہے مسیح کے حواری تو روحانی طور پر مردہ اور ہلاک شدہ نہ کہلاتے تھے جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی لوگ اپنی نسبت اعتراف کرتے ہیں۔ اگر اب بھی مسیح زندہ ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس کا اثر اسی طرح پیرؤوں پر محسوس ہوتا اور عیسائیت میں وہی روحانیت پائی جاتی لیکن عیسائیوں کے اپنے اقرار کے بموجب عیسائی مذہب کی یہ حالت نہیں ہے اس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ مسیح زندہ نہیں بلکہ فوت ہو چکا در حقیقت عیسائیت کی روحانی موت اس کے بانی کی موت کی عظیم الشان شہادت ہے۔

فرقہ احمدیہ کی ترقی

گذشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے ۱۸۹۸ء میں اس کی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اس کا شمار ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس ترقی کے اس حصہ کا ثبوت جو ان تین سال کے پہلے نصف حصہ میں ہوئی ہے کسی قدر مردم شماری کے کاغذات سے مل سکتا ہے اگرچہ وہاں بھی پوری تعداد اسوقت کے مطابق درج نہیں ہو سکی جسکی وجہ یہ ہوئی کہ مردم شماری کا کام شروع ہونے کے بعد وہ اشتہار جاری کیا گیا جس کے رو سے اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا اور اس سے پہلے اس فرقہ کا نام کوئی مخصوص نہیں کیا گیا تھا۔ اس واسطے سب لوگ جو اس فرقہ کے پیرو تھے اس نام سے مطلع نہ ہو سکے۔ احاطہ بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ (ہندوستان کی مردم شماری ۱۹۰۱ء جلد ۹ بمبئی حصہ اول) سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف علاقہ بمبئی میں اس فرقہ کی تعداد ۱۰۸۷ انتہی مگر فرقہ احمدیہ کا بہت بڑا حصہ پنجاب میں ہے جہاں سب سے زیادہ مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ قبول ہوئی ہے اور بہ سبب نزدیکی کے لوگ زیادہ فائدہ اٹھا سکے ہیں۔ پنجاب میں اس کی حیرت انگیز ترقی ہم کسی دوسرے موقعہ پر بیان کریں گے بالفعل ہم بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ میں سے وہ حصہ نیچے نقل کرتے ہیں جس میں افسر مردم شماری نے اس فرقہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

اس فرقہ کے بانی **میرزا غلام احمد** صاحب رئیس قادیان ہیں اور انہوں نے کوشش کی ہے کہ اس مردم شماری میں انکے پیروؤں کی تعداد پوری پوری معلوم ہو جاوے۔ ان کا دعوے ہے کہ میں مسیح ہوں اور اپنے فرقہ کے خاص اصولوں کو انہوں نے ایک اشتہار میں بیان کیا ہے جو مردم شماری کی کارروائی کے ابتداء میں ہمیں پہونچا ہے مختصر طور پر یہ اصول اس طرح پر

بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اشتہار کے الفاظ میں "اُس فرقہ کی خاص علامت یہ ہے کہ وہ نہ صرف جہاد کو موجودہ حالت میں ہی رد کرتا ہے بلکہ آیندہ بھی کسی وقت اس کا منتظر نہیں ہے۔ مذہب کے پھیلانے کی خاطر خون بہانے کو یہ فرقہ قطعاً ممنوع سمجھتا ہے" اس کے بعد اس فرقہ کا بانی اپنے درمیان بحیثیت مسیح یا امام ہوتے کے اور عیسویت کے بانی کے درمیان ایک مماثلت قایم کرتا ہے۔ اُنکا دعوٰی ہے کہ اُنکی آمد کی پیشگوئی پہلے سے کی گئی تھی اور اُنکا منشاء یہ ہے کہ صلح اور آشتی کی بنا ڈالیں۔ اپنے مریدوں کے لئے بعض اعلےٰ درجہ کے اصول چال چلن کے قایم کرکے وہ بیان کرتے ہیں کہ کیوں اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا۔ اُن کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلام (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ السلام) کے دو نام تھے ایک **محمد** جو کہ جلالی نام تھا اور جس میں آنحضرتؐ کی کامیابیوں کی طرف اشارہ تھا اور دوسرا **احمد** جو جمالی نام تھا جس میں اشارہ اس صلح اور اخوت کیطرف تھا جو آپکے ذریعہ دنیا میں پھیلنے تھے۔ جہاد کی تعلیم اور مذہب کے نام سے ہر قسم کی خونریزی کو مردود ٹھہرا کر امام یہ بیان کرتا ہے کہ اس کا اور اسکے فرقہ کا نام احمدیہ ہے۔

اس فرقہ کی ترقی کا آیندہ مردم شماریوں میں خیال رکھا جانا چاہئے اور پرانے مسلمانوں کے لئے اس کی ترقی کسی قدر دلچسپی کا باعث ہوگی۔ اشتہار سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بانی کی وفات کے بعد جانشین کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔"

لیکن یہ ترقی بمقابلہ اس عظیم الشان ترقی کے جو گذشتہ تین سال کے آخری حصہ میں اس فرقہ نے کی ہے۔ بہت ہی کم ہے جیسا کہ ایک طرف طاعون کے خطرناک حملوں سے پنجاب کی عام مردم شماری میں کمی آتی گئی ہے فرقہ احمدیہ کی تعداد بڑے زور کے ساتھ بڑھتی گئی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ طاعون سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت انہیں نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو قبول کر لیا جائے۔ اس لئے طاعون کی ترقی کے ساتھ جوق در جوق لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے ہیں۔

مکالمات الٰہی

یکم جنوری ۱۹۰۳ء مطابق یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید صبح پانچ بجے کے وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خوشخبری دی۔ اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی دکھایا گیا کہ آپ نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل ہو گئی اور خدا تعالیٰ کا کلام اس طرح پر نازل ہوا یبدی لک الرحمٰن شیئًا اتیٰ امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون ترجمہ خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائیگا خدا کا امر آرہا ہے تم جلدی نہ کرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دیجاتی ہے۔

اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو آپ کی طرف سے حکایت تھی۔ انی صادق صادق و سیشھد اللہ لی ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا میری گواہی دیگا یہ پیشگوئیاں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی تائیدی امر ظاہر ہونیوالا ہے جس سے مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئیگی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہوگا تا دشمنوں کو شرمندہ کرے اور مسیح موعود کی عزت اور وجاہت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔

۲ جنوری ۱۹۰۳ء کی رات کو الہام ہوا جاءنی آئل و اختار وادار اصبعہ واشار یعصمک اللہ من العدا و یسطو بکل من سطا آئل جبرئیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔

اعلان

تمام صاحبان جنکے نام قادیان میں کسی قسم کا روپیہ آتا ہے فرستندگان کی خدمت میں
درخواست کرتے ہیں کہ منی آرڈر کے کوپن سے پورا فائدہ حاصل کیا کریں یعنی
اپنا پورا پتہ خوشخط و تعداد مبلغ و تفصیل کہ کس مد کا روپیہ ہے کوپن پر دیا کریں۔

تمام صاحبان جو میگزین کے خریدار ہیں انکو ضروری ہے کہ خط و کتابت میں اور
ترسیل زر کے وقت نام کے ساتھ اپنا نمبر بھی دیا کریں۔

محمد علی - مینیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپورہ